مطالعۂ مذاہب

ہندومت | بدھ مت

زرتشت دھرم | یہودیت

عیسائیت | اسلام

تالیف

محمود الرشید حدوٹی

مُدیر اعلیٰ آبِ حیات

اُستاذ جامعہ اشرفیہ لاہور

مکتبہ آبِ حیات
38 غزنی سٹریٹ
اُردو بازار لاہور

مطالعۂ مذاہب

ہندومت — بدھ مت

زرتشت دھرم — یہودیت

عیسائیت — اسلام

تالیف

محمود الرشید حدوٹی

مصنف اغلاط آب حیات

استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ آب حیات

Tel: 042-75[illegible] Mob: 0300-9458876

نام کتاب .... مطالعۂ مذاہب

مؤلف .... مولانا محمود الرشید حدوٹی

اشاعت اوّل .... دسمبر 2005ء

تعداد .... چھ صد

اہتمام .... محمد نواز اللہ عباسی

ناشر .... کتاب سمت

طابع .... مکی مدنی پرنٹرز لاہور

قیمت .... 100 روپے

ملنے کے پتے

- اسلامی کتاب گھر خیابان سرسید راولپنڈی
- مکتبہ الیوات، بیرون تبلیغی مرکز رائے ونڈ
- مکتبہ رشیدیہ، مدینہ کلاتھ مارکیٹ راولپنڈی
- عمر فاروق اکیڈمی، جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

[illegible]

انتساب

میں اپنی کتاب "مطالعہ مذاہب"

کو اپنے آقا و مولیٰ، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن، شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن، رَاحَۃُ لِّلْعَاشِقِیْن، اِمَامُ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْن، سِپہ سَالَارِ بَدر و حُنَیْن، فَاتِحِ مَکَّہ، شَمْسُ الضُّحیٰ، بَدْرُ الدُّجیٰ، اِمَامُ الْقِبْلَتَیْن، شَافِعِ مَحْشَر، مَحْبُوبِ دَاوَر، حَبِیْبِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

حضرت محمد ﷺ

کی طرف منسوب کرتا ہوں، جنہوں نے کفر و شرک کی دبیز چادروں کو پاش پاش کیا، ایوانہائے کفر و باطل پہ قہر الٰہی بن کر برسے، ظلمت شب میں سپیدہ سحر کی مانند طلوع ہوئے، جن کے صدقے مجھے اسلام کی دولت ملی، کتاب و سنت کے ساتھ وابستگی کا شرف ملا، حق و صداقت کا پھریرا لہرانے کی توفیق ملی، اسلام کی حقانیت و صداقت کو عالم آشکار کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

محمود الرشید حدوٹی
(نقشبندی مجددی)

مصنف

کی چند شاہکار تصانیف

- اسلامی نظام حیات
- اسلام کا معاشی نظام
- اسلام اور عورت
- اسلامی عبادات
- اسلامی عقائد
- اسلام اور نوجوان
- اہل سنت والجماعت
- دیوار چمن سے زنداں تک
- نغمہ زنداں
- عورت کی حکمرانی
- گستاخ دین صحافی
- لدرر السنیة
- مطالعہ قرآن
- مطالعہ اسلام
- حدیقة الخضارہ
- مطالعہ مذاہب
- مصباح الصرف
- مصباح النحو
- رشوت ستانی
- دعوت و تبلیغ
- جماعت اسلامی
- مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ
- بسنت کا تہوار
- ڈاکٹر طاہر القادری
- بت شکن
- موت کا سوداگر
- امیر عزیمتؒ (مختصر)
- تاریخ عزیمت (ا)
- مصباح العقائد
- آخری دس سورتوں کی تفسیر
- ایمان کے ڈاکو
- خطبات دعوت
- عبرت ناک زلزلہ

مصنف ایک نظر میں

نام .... محمود الرشید حدوٹی

خاندان .... عباسی

جائے ولادت .... حدوٹ، تحصیل مری ضلع راولپنڈی

تاریخ پیدائش .... ۱۵ نومبر ۱۹۶۹ء

تعلیمی کوائف .... میٹرک ۱۹۸۴ء ہائی اسکول مری

.... فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور ۱۹۹۰ء

.... فاضل وفاق المدارس پاکستان ۱۹۹۰ء

تجرباتی زندگی .... آغاز خطابت ۱۹۹۰ء

.... آغاز تبلیغی جماعت سے وابستگی ۱۹۹۵ء

.... تدریس جامعہ منظور الاسلامیہ ۱۹۹۷ء، ۱۹۹۸ء

.... تدریس جامعہ اشرفیہ لاہور ۱۹۹۹ء تا حال

صحافتی تجربہ .... وابستگی روزنامہ ''خبریں'' ۱۹۹۱ء

.... وابستگی روزنامہ ''پاکستان'' ۱۹۹۹ء

.... مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''آب حیات'' ۲۰۰۰ء تا حال

قومی ایوارڈ .... ۲۲ اپریل ۲۰۰۵ء کو حکومت پاکستان کی طرف سے ''قومی ایوارڈ'' دیا گیا

تصانیف .... چھوٹی بڑی قریباً تین درجن۔

﴿تأثرات﴾

مَحبُوبُ العُلَمَاء، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب مدظلہ

نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

ہندوازم، جین مت، بدھ مت، یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے بارے میں عربی اور فارسی کی مستند اور متداول کتب میں اچھا خاصہ مواد موجود ہے، بعض اہل علم وقلم کی شبانہ روز مساعی کی بدولت اردو کا دامن بھی ان مذاہب کے احوال سے بھرتا چلا جارہا ہے، مطلب یہ کہ اردودان اور اردوخوان دونوں طبقے اب مذاہب عالم کے بارے میں استفادہ وافادہ کرسکتے ہیں، عربی زبان میں ڈاکٹر احمد شلبی نے چار جلدوں میں ''مقارنۃ الادیان'' پیش کی برصغیر کے ممتاز اور مایہ ناز عالم دین مولانا رحمت اللہؒ نے بھی مذاہب اور تقابل ادیان پر اچھا کام کیا ہے، میرے سامنے ''مطالعہ مذاہب'' ہے جس کے مصنف ہمارے عزیز جامعہ اشرفیہ کے فاضل اور مدرس، جواں سال عالم دین مولانا محمود الرشید حدوٹی ہیں اس سے پہلے بھی انہوں نے اپنی چند تصانیف پیش کی تھیں، ان کی تحریریں دیکھ کر دل خوش ہوتا ہے، ان کی محنتوں اور جانفشانیوں کو دیکھ کر دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو نظر بد سے بچائے، شری کے شر اور حاسدین کے حسد سے ان کو محفوظ رکھے، یہ کتاب بھی ان کی دوسری کتابوں کی طرح اچھی اور معلوماتی کتاب ہے، علماء، طلبہ اور عامۃ الناس کو اللہ تعالیٰ اس سے نفع پہنچائے، مولانا حدوٹی کی زندگی میں برکت فرمائے، ان کے قلمی اور علمی زور میں اضافہ فرمائے، اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا بنادے کہ ہم اسے پسند آجائیں اور اس کے دین پر عمل کرنے والے بنیں اور اس کے دین کی صبح وشام خدمت کرنے والے بنیں۔

(آمین یارب العالمین بحرمت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم)

1

مطالعہ مذاہب ایک نظر میں

فہرست مضامین "مطالعہ مذاہب"

مذہب کی ضرورت اور انسانی زندگی میں اس کا مقام

مذاہب عالم کا تقابلی جائزہ

ہندومت

[illegible]

[illegible]

یہودی مذہب

عیسائیت

اسلام

[illegible] (154)

﴿اپنی بات﴾

بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ

اللہ تعالیٰ کا مجھ ناچیز پر لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے تحریر، تقریر، تدریس اور تعلیم کے عالی مناصب کے ساتھ جوڑا ہوا ہے، اہل علم و عمل کی زیارت ہی کتنی بڑی سعادت ہے، پھر اس پر مزید مہربانی یہ فرمائی کہ اہل اللہ کی روشن تعلیمات کو عام کرنے کی سعادت بھی مل گئی، عنفوان شباب سے ہی اللہ تعالیٰ نے دستگیری اور یاوری فرمائی، مسجد و مدرسے کے ماحول کے ساتھ وابستہ فرمایا، اس پر جتنا بھی شکر کروں اتنا ہی کم ہے۔

راقم الحروف کی "اسلامی عبادات" "اسلامی عقائد" نامی دو کتابیں اس سے پہلے شائع ہو چکی ہیں، جو پہلے "اسلامی نظام حیات" کا حصہ تھیں، پھر علیحدہ علیحدہ شائع ہوئیں، "اسلامی نظام حیات" ایک ضخیم کتاب ہے، جو مقابلے کے امتحانات اور پی ایم ایس کے منتہی طلبہ کے لیے لکھی گئی ہے، اس میں مختلف موضوعات ہیں، یہ کتاب کئی بار چھپی اور اہل ذوق سے داد و تحسین پا چکی ہے، افتخار بٹ صاحب ہمارے کرم فرما ہیں، آج سے کئی سال پہلے انہوں نے لکھوائی تھی، پھر اپنے وقیع ادارہ پبلشرز امپوریم سے اسے پہلے کتابت کروا کر چھاپا پھر اب کی بار کمپوز کروا کر چھاپا، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطاء فرمائے، آمین۔

"مطالعہ مذاہب" جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس میں آسمانی مذاہب کا ذکر ہے، اس میں یہودیت، عیسائیت، ہندومت، جین مت، بدھ مت، زرتشت ازم اور اسلام کا ذکر ہے، مذاہب کے اجمالی و تفصیلی ذکر کے بعد مختصر مختصر تقابلی جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے، یہ کتاب بھی میری کتاب "اسلامی نظام حیات" کا ایک باب ہے، جو ڈیڑھ سو صفحات سے متجاوز ہے، اس

باب کو ''مطالعہ مذاہب'' کے عنوان سے شائع کیا جارہا ہے، ''تقابل ادیان'' پر راقم الحروف کی مستقل کتاب انشاء اللہ آرہی ہے، جس کا 75 فیصد کام ہو چکا ہے، 25 فیصد باقی ہے، اسے بھی مذکورہ ادارہ شائع کرے گا، (انشاء اللہ تعالیٰ)

''مطالعہ مذاہب'' کا کچھ حصہ ناچیز کی زیرادارت شائع ہونے والے ماہوار میگزین ''آب حیات'' دسمبر 2005ء کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے، جو نیوز پیپر پہ ہے، اب کی بار اسے سفید کاغذ اور خوب صورت چہار رنگ سرورق کے ساتھ مجلد پیش کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔

یہودیت، عیسائیت اور دیگر مذاہب پر لکھنے سے پہلے ''مذہب کی ضرورت اور انسانی زندگی میں اس کا قیام کے عنوان سے تعارف پیش کیا گیا، پڑھنے والے کی تشنگی اور آتش شوق کو مزید مشتعل کیا گیا ہے، تاکہ وہ مقصود میں شروع ہونے سے پہلے اس کی اہمیت اور افادیت کو دل و جان سے تسلیم کرے۔ مصنف نے مذہب کے لغوی اور اصطلاحی معانی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی غایت و ضرورت کو بھی اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے، مذہب اور سائنس کے زیر عنوان بھی کچھ خامہ فرسائی کی ہے، جو اجمالاً ہی ہے۔

''مطالعہ مذاہب'' میں مصنف نے مذہب کی ابتدا کے عنوان سے کچھ لکھا ہے، مذہب کب شروع ہوا؟ کیسے پھیلا پھولا اور پروان چڑھا؟ اس کا بھی کچھ نہ کچھ تذکرہ ''مطالعہ مذاہب'' میں موجود ہے، اسلام اور دوسرے مذاہب میں واضح اور بیّن فرق کا ذکر بھی ہے، اسلام کو دوسرے مذاہب سے ممتاز کرنے والی باتوں کا بھی ذکر ہے، قرآن کی صداقت وحقانیت کا ذکر بھی ہے اور دوسری آسمانی کتابوں میں ہونے والی کتر و بیونت اور تحریف وتبدل کا ذکر بھی ہے۔

''مطالعہ مذاہب'' میں جتنا کتنا مواد موجود ہے، اس کی بنیاد کتاب وسنت کی سنہری تعلیمات پہ رکھی گئی ہے، دیگر مذاہب کی کتب کی عدم دستیابی کی بناء پر اہل علم وقلم کی

تصنیفات پہ ہی اکتفاء کیا گیا ہے، انہی کے پیش کردہ حوالوں کے ساتھ بات نقل کی ہے۔

''مطالعہ مذاہب'' میں پوری پوری کوشش کی گئی ہے کہ مصنّف کسی مقام پہ بھی تعصب کی عینک استعمال نہ کرے، بلکہ حقائق کو طشت از بام کرے، اسلام کی روشن تعلیمات اور دوسرے مذاہب کی خانہ ساز کہانیاں اور روایات پڑھنے والے پر از خود واضح کریں گی کہ اصل اور درست بات کیا ہے۔

''مطالعہ مذاہب'' کے پیش نظر ایڈیشن میں کمپوزنگ کی غلطیوں کی اصلاح کی گئی ہے، قرآنی آیات اور نبوی ارشادات کو غور سے پڑھا گیا ہے، تاکہ قاری کمپوزنگ کی غلطیاں دیکھ کر پریشان نہ ہو، اس کے باوجود انسان ہونے کے ناطے غلطی کا امکان موجود ہے، جسے قارئین کی راہنمائی کے بعد دوسری طباعت میں دور کیا جا سکتا ہے۔

''مطالعہ مذاہب'' سفید اور نیوز دونوں کاغذوں پہ شائع ہو رہی ہے، نیوز پیپر پہ صرف دسمبر 2005ء کے آخیر تک مل سکے گی، جب کہ سفید کاغذ میں جلد کی صورت میں اس کے بعد بھی موجود رہے گی، اللہ تعالیٰ ہماری جملہ دینی مساعی کو شرف قبولیت عطاء فرمائے۔

مذہب کی ضرورت
اور
انسانی زندگی میں اس کا مقام

مذہب کی ضرورت معلوم کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ اس کی تعریف واہمیت پر روشنی ڈالی جائے تاکہ پوری بحث ازبر ہو جائے۔ جب قاری اس کے معنی، مفہوم سے آگاہ ہو جائے گا تو اسے علم ہوگا کہ مذہب نے انسان کو کن کھائیوں سے اٹھایا اور بلندیوں پر [illegible] اندھیروں سے نکال کر اجالوں میں بسایا، جہالت سے نکالا، علم کی روشنی مہیا کی، اپنی پہچان کروائی اور انسان کو اپنا آپ پہچاننے کی دعوت دی، انسان کو اپنے سراپا وجود پہ نظر و فکر کرنے کی دعوت دی، مذہب نے رب کی پہچان بتائی اس کا تعارف کروایا، مذہب نے زندگی بسر کرنے کے طریقے بتلائے اور سلیقے سکھائے، مذہب نے انسانیت اور بہیمیت کے مابین حد فاصل قائم کی، مذہب نے بتایا کہ انسان کسی علو درجہ اور مقام پر فائز ہے، اس کا رتبہ اور شان کیا ہے؟ اس کے عروج و زوال کا آغاز و انجام کیا اور کہاں سے ہوتا ہے؟

مذہب انسان کو انسانی حدود و قیود میں دیکھنا چاہتا ہے، جب انسان اپنی حدود پھلانگے گا اور ان سے تجاوز کرے گا تو مذہب اسے خطرے کا الارم سنا دے گا، مذہب انسان کا ناطہ رب سے جوڑتا ہے رب کو راضی کرنے پر اسے آمادہ کرتا ہے، رب کی رحمت کے قریب کرتا ہے، اس کی عنایات و نوازشات کی یاد دہانی کراتا ہے، انسان کو اپنے خالق و مالک کے آستانہ رحمت پہ سربسجود ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ قیام و قعود کے فوائد سے آگاہ کرتا ہے،

اس کی جبین نیاز کا مالک صرف ذات واحد کو بتلا کو دنیا و مافیہا کے تمام خوف و خطرے اس کے دل و دماغ سے نکال دیتا ہے۔ مذہب انسان کو ہر اس مقام سے خبردار کرتا ہے جس میں جانے سے اسے دنیوی یا اخروی کسی قسم کا نقصان پہنچے وہ انسان کی دنیا اور آخرت دونوں کو سودمند بنانا چاہتا ہے۔ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ انسان کی دنیوی کھیتی لہلہائے اور آخرت میں وہ تسکین پائے' آلائشوں سے آرائشوں سے دور رہ کر وہ اس بام عروج تک پہنچ جائے جہاں اسے پہنچنا چاہیے۔ اب آیئے ذرا مذہب کے لغوی اور اصطلاحی معانی سمجھ لیں۔

مذہب کے لغوی معانی:

مذہب کے بارے میں عربی کی مشہور ڈکشنری ''المنجد'' میں یوں لکھا ہے وَهَبَ یہ باب فتح سے ہے ذَهَابًا و ذُهُوبًا وَمَذْهَبًا چلنا' گزرنا' مرجانا۔ الذَّهُوبُ جانے والا' اَلْمَذْهَبُ اعتقاد' طریقہ' اصل' اسلام کے مشہور مذاہب چار ہیں۔ حنفی' شافعی' حنبلی' مالکی۔

2- عربی کی ڈکشنری ''القاموس الجدید'' میں مذہب کے معنی یوں بیان کیے گئے ہیں ''ذَهَبَ' ذَهَابًا' جانا' ذَهَبَ بِهِ' لے جانا' ذَهَابُ روانگی' واپسی۔ مَذْهَبُ' اس کی جمع مَذَاهِبُ ہے' مسلک' اعتقاد' عقیدہ' مکتب فکر۔ اَلْمَذْهَبُ التَّقْلِيْدِی' تقلیدی مکتب فکر۔ مَذْهَبُ الْجَبَرْ' عقیدہ جبر' مَذْهَبِيّ فرقہ وارانہ۔

3- اردو کی ڈکشنری ''لغات کشوری'' میں لکھا ہے' مَذْهَبُ (عربی کا لفظ ہے) راہ' رستہ' جگہ جانے کی اور چلنے کی' مجازاً دین۔ آئین۔

4- اردو کی مشہور ڈکشنری ''فیروز اللغات'' میں مذہب کا معنی یہ لکھا ہے ''مَذْهَبُ راستہ' طریقہ (2) ایمان' دھرم' عقیدہ (3) ملت' مشرب (4) رائے' مذہب بدلنا' دوسرا مذہب اختیار کرنا' دوسرے پنتھ میں آنا۔ مذہب پھیلانا' (محاورہ ہے) دین کی اشاعت کرنا' دین کو ترقی دینا' پنتھ بڑھانا۔ مذہب میں ملانا' دین میں شامل کرنا' پنتھ میں داخل کرنا۔ مذہبی' مذہب سے منسوب' مذہب سے تعلق رکھنے والا' مذہب سے متعلق۔

عربی زبان کے محاورات میں لفظ ذَهَبَ اور مذہب کا استعمال اس طرح ہوا ہے'

مثلاً عربی محاورہ ہے "ذَهَبَ اَمْسِ بِمَافِيهِ" کل اپنے حالات کے ساتھ گزر گئی۔ دوسرا محاورہ ہے ذَهَبَ الْحِمَارُ يَطْلُبُ قَرْنَيْنِ فَعَادَ مَصْلُوْمَ بَيْنَ الصَّحْوَةِ وَالسَّكْرَةِ وہ ہوش اور مدہوشی کے درمیان گیا۔ چوتھا محاورہ ہے "ذَهَبَ فِي السَّمْهِي" وہ فضا میں چلا گیا" اور یوں بھی کہا جاتا ہے "يَذْهَبُ الْعُرْفُ بَيْنَ اللّٰهِ وَالنَّاسِ" احسان خدا اور بندہ کے درمیان چلتا ہے۔

5- انگریزی میں مذہب کو Religion کہا جاتا ہے' جس کا معنی ہے پوجا پاٹ اور پرستش۔

کتب لغت میں مذہب کسی راہ اور راستے پر چلنے کو کہا جاتا ہے' اہل لغت نے یہ معنی اس لیے بیان کیا کہ لفظ ذھب' یذھب' کا معنی عربی میں "جانے" کا ہے' معلوم ہوا مذہب کسی راستے پر چلنے کو کہا جاتا ہے خواہ وہ صحیح ہو یا غلط۔ ہمارے ہاں مذہب حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی فقہوں کو کہا جاتا ہے، یعنی قرآن وسنت کی روشنی میں، قرآن وحدیث کا جو مطلب ان چار ائمہ نے سمجھا اور اس کے بعد ایک خلاصہ اور نچوڑ نکالا، ایک راہ متعین کی کہ یہ راہ اللہ اور اس کے رسول تک پہنچتی ہے، اس راہ کو ماننے کا نام مذہب ہے۔ بعض اپنی رائے کے مطابق قرآن وسنت کی نصوص سے مسائل سمجھتے ہیں، لیکن پاکستان و ہندوستان کی اکثریتی آبادی کا مذہب فقہ ہے، قرآن وسنت کے بیسیوں مسائل کو جو فقہ نے مطابقت دی اسے مانتے ہیں، اپنی عقل کے دخل کو نہیں مانتے۔

مذہب کی اصطلاحی تعریف:

مذہب کے بارے میں ہر صاحب فکر نے اپنی عقل کے مطابق تعریف کی ہے اور کوئی حتمی فیصلہ نہ کرسکا کہ مذہب قرآن وسنت کو ماننے کا نام ہے' ائمہ اربعہ کی فقہ کو ماننے کا نام ہے یا جسے قرآن نے دین اور اسلام کا نام دیا اسے مذہب کہا جاتا ہے۔ اب ذیل میں مذہب

کی مختلف تعریفات ملاحظہ کیجئے۔

1- علامہ فرید وجدی صاحب نے مذہب کی تعریف اس انداز میں کی ہے "مذہب ان معقول خیالات کے مجموعہ کا نام ہے' جن کا مقصد یہ ہے کہ تمام افراد انسانی رشتہ میں منسلک ہو جائیں اور وہ جسمانی فائدوں سے اس طرح بہرہ یاب ہوں جس طرح قوت عقلیہ سے وہ ہدایت حاصل کرتے ہیں' مذہب نوع انسانی کے لیے ایک ابدی چیز ہے۔

(تطبیق الدیلنته الاسلامیه ص 24)

2- مشہور مستشرق کانٹ مذہب کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہے "ہر فریضہ کو خدائی حکم سمجھنا یہ مذہب ہے"۔

3- اوسپنسکی مذہب کی تعریف اس طرح کرتا ہے "مذہب ایک انسانی تصور ہے' جس قسم کی انسان کی اپنی سطح ہو گی اسی قسم کا اس کا مذہب ہو گا' اس لئے ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی کا مذہب دوسرے کے لیے مناسب نہ ہو"۔

4- بروناسیت نیڈ مذہب کی تعریف یوں بیان کرتا ہے "مذہب یقین و اعتقاد کی اس طاقت کا نام ہے جس میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ انسان اور انسانی کردار میں ایک انقلاب برپا کر دیتی ہے' لیکن اس کے ساتھ شرط یہ بھی ہے کہ وہ انہیں نیت خالص کے ساتھ شرف قبول بخشے اور بصیرت کے ساتھ اسے سمجھا جائے"۔

5- مشہور مفکر ٹیلر نے مذہب کی تعریف یہ کی ہے "مذہب روحانی موجودات پر اعتقاد کا نام ہے"۔

6- جیمز ایچ لیوبا نے مذہب کی کئی تعریفات بیان کی ہیں۔

1- "مذہب اس احساس کا نام ہے جو کسی بالاتر' مقدس اور ان دیکھی ذات کا وجود انسان کے دل و دماغ میں ڈال دیتا ہے"۔

2- "مذہب ازلی اور ابدی حقیقت پر ایمان لانے کا نام ہے جس کا ارادہ اور حیثیت انسانی پہنچ سے بالا ہے' لیکن اس کا تعلق انسان کے ساتھ بہت گہرا ہے"۔

3- مذہب اسی چیز کا نام ہے کہ انسان اور کائنات میں باہم وگرہم آہنگی پائی جائے"۔

4- مذہب ان قوتوں کی خوشنودی حاصل کرنے کا نام ہے جو انسان سے مافوق اور بالا ہیں اور اس پر حکمرانی کرتی ہیں۔

5- مذہب اس چیز کا نام ہے جو وہ حقیقی زندگی کی تلاش اور ادراک کے لیے کرتا ہے"۔

6- بھارت کے مشہور عالم دین علامہ وحید الدین لکھتے ہیں "مذہب زندگی کا ایک تصور اور اس تصور پر بننے والے ایک ہمہ گیر طرز عمل کا نام ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں اپنے کچھ مطالبات رکھتا ہے اور تقاضے رکھتا ہے"۔

7- راقم الحروف کے نزدیک مذکورہ بالا تمام تعریفات ناقص ہیں جو صرف زندگی کے کسی ایک حصہ سے متعلق ادھوری بحث کرتی ہیں۔ میری فہم ناقص میں مذہب کی تعریف یوں ہے "مذہب نام ہے اس [illegible] کا جو خالق ارض و سماء نے وقتاً فوقتاً اپنے بندوں کی اصلاح کے لیے انبیاء کو دیا جس سے انسان کی حیات دنیوی بھی [illegible] سے بسر ہو اور آخرت میں بھی وہ سرخرو ہو مذہب صرف بنیادی چیزوں کی اتباع کا نہیں بلکہ انسان کی دنیوی و اخروی دونوں زندگیوں پر محیط ہے"۔

8- قرآن حکیم میں مذہب کی تعبیریں بیان ہوئی ہیں کسی جگہ اسی مذہب کو "دین" سے تعبیر کیا گیا ہے مثلاً ارشاد ربانی ہے "اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَام" "بے شک (سچا دین) دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے" دوسرے مقام پر اس کے بارے میں ارشاد فرمایا "وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" "میں نے تمہارے لیے اسلام بطور دین پسند کر لیا ہے اس کو قرآن میں "صراط مستقیم" سیدھا راستہ قرار دیا ہے" اس کو قرآن میں ہدایت قرار دیا ہے۔

مذہب کی غایت وضرورت:

مذہب کی ضرورت اور غایت کیا؟ اس کے بارے میں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے

کہ مذہب بدیوں کی بدبو سے بچا کر نیکیوں کی خوشبو سے معطر کرتا ہے۔ انسان کو یہ بتاتا ہے کہ اس نیلگوں آسمان کو بغیر ستونوں کے کس نے کھڑا کر دیا؟ پانی کی سطح پر ٹھوس زمین کو کس نے نصب کر دیا' اس کو ڈگمگاہٹ سے بچانے کے لئے پہاڑوں کا لامتناہی سلسلہ کس نے قائم کیا' زمین کے حسن کو برقرار رکھنے کے لیے اس میں درختوں کا سلسلہ کس نے جاری کیا؟ اس میں پتھر کس نے پیدا کیے؟ نمک اور معدنیات کی کانیں کس نے پیدا کیں؟ دریاؤں کے سلسلے اور سمندروں کی موجیں کس نے جاری کیں؟ آبشاروں کی چھم چھم اور ندی نالوں کا شور اور نہروں کا تلاطم اور زور کس نے پیدا کیا؟ سرسبز و شاداب لہلہاتی کھیتیاں' سبزے اور چارے' میوے اور اناج پھل اور فروٹ' گندم اور جو' مکئی اور باجرہ کس نے زمین کا سینہ چاک کر کے نکالا' بے جانوں کو کس نے وجود بخشا؟ جاندار' چرند' پرند' حیوانات' نباتات' شجرات و حجرات کس خلاق کی عظمت کا شاہکار ہیں؟ زمین کی پشت پر چہل پہل کیسی ہے؟ گاڑیوں کا شور اور انسانوں کا زور کیوں ہے؟

پانی کی سطح پر کشتیوں کو کس نے تھاما ہوا ہے؟ انسانوں کو سکون و راحت دینے والا کون ہے؟ انسانی ضروریات پوری کرنے والا کون ہے؟ انسان کا مقصد تخلیق کیا ہے؟ انسان کے مفادات و مضرات کس میں ہیں؟ انسان کی راہ کون سی ہے؟ اور منزل کون سی ہے؟ اس کی زندگی کن اصولوں پر کامیاب گزرے گی اور کن پر ناکام؟ خالق کو راضی کیسے کیا جائے؟ اور مخلوق کی خدمت کس طرح کی جائے؟ منافعے کیسے حاصل کیے جائیں؟ اور نقصانات سے کیسے بچا جائے؟ یہ سارے سوالات مذہب حل کرتا ہے اور ان کے تسلی بخش جواب بھی دیتا ہے۔

مذہب کی ضرورت کیا ہے؟ مذہب انسان کو یہ سکھاتا ہے کہ تو مخلوق ہے' اللہ تیرا خالق ہے' تو عابد ہے' اللہ معبود ہے' تو ساجد ہے' اللہ مسجود ہے' تو محتاج ہے' اللہ مختار ہے' تو فقیر ہے' اللہ غنی ہے' تو مملوک ہے' اللہ مالک ہے' تو گداگر ہے' اللہ داتا ہے' تو سائل ہے' اللہ دینے

والا ہے' تو غلام ہے' اللہ آقا ہے' تو مجبور ہے' اللہ مجبور نہیں ہے' اللہ اکیلا ہے' وہ بیوی بچوں سے پاک ہے' وہ خدم و حشم سے پاک ہے' نوکر چاکر سے پاک ہے' دنیا و مافیہا کے سارے نظام اس نے سنبھالے ہوئے ہیں' اس کے اشارے چلتے ہیں' اس کے اشاروں سے انسانوں کو وجود ملا' اس کی حکمت سے زمین و آسمان بن گئے۔

مذہب انسان کو اللہ تعالیٰ کی چوکھٹ پر جھکنے کا حکم دیتا ہے اور اسے آمادہ کرتا ہے کہ وہ اس کے سامنے سر جھکائے جو مقدس' مطہر اور بالا ہستی ہے' جو بے نیاز ہے' کسی کا محتاج نہیں' جو واقعتہً عبادت کے لائق ہے' مذہب سکھاتا ہے کہ انسان اللہ کے سامنے قیام کرے' اسی کو رکوع کرے' اس سے مانگے' اسے مشکل کشا سمجھے' اسے حاجات' مصائب و بلیات میں پکارے' اسے نافع و ضار سمجھے' اسے اولاد دینے والا سمجھے' اسے مالک و مختار خیال کرے' اس کے احکام کی بجا آوری کرے' اس کے اوامر کی اتباع کرے اور نواہی سے احتراز و اجتناب کرے۔ اس کی رضا جوئی کے لیے کام کرے' اس کی ناراضگی سے بچے۔

مذہب انسان کو عجائبات قدرت سے لطف اندوز کرنا چاہتا ہے' وہ آسمان پہ چمکنے والے ستاروں اور روشنی دینے والے چاند اور روشنی پھیلانے والے سورج کی حرارت و تمازت سے مستفید ہونے پر آمادہ کرے' زمین سے اگنے والی بے شمار چیزوں سے اسے فائدہ حاصل کرنے کی ترغیب دے اور انسان کو یہ سمجھائے کہ عالم کی تمام اشیاء اس سے متعلق ہیں تاکہ اسے نفع دیں اور مضرات سے محفوظ رکھیں۔

مذہب انسان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ذات حق کو مانے' اس طرح جیسے اسے ماننے اور تسلیم کرنے کا حق ہے' اس کو ذات و صفات میں یگانہ تسلیم کرے' اس کی توحید و ربوبیت کا اقرار کرے' توحید کی اشاعت کے لیے حق تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش انبیاء کرامؑ کا سلسلہ جاری و ساری فرمایا' جنہوں نے انسانیت کو شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر توحید کی سیدھی راہ پر ڈالنے کی بھرپور کوشش کی۔

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے "وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (الانبیاء) اور آپ سے پہلے ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے انہیں یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے پس میری ہی عبادت کرو۔

دوسرے مقام پر آتا ہے "فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ" پس جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ارشاد ربانی ہے "اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے وہی حی بھی ہے اور قیوم بھی۔ قرآن پاک میں بہت ہی عمدہ پیرائے میں ارشاد ہوتا ہے "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ○ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○ فرما دیجئے اللہ اکیلا ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنم دیا اور نہ اس نے خود کسی سے جنم لیا اس کا کوئی ہمسر اور شریک نہیں ہے۔

یہود حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں کہا کرتے تھے "وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ" عزیر اللہ کے بیٹے ہیں عیسائی حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کو خدا کہتے تھے اور یوں کہتے تھے "اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ" اللہ تو تین میں تیسرے نمبر پر ہے۔ مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں خیال کرتے تھے ان تمام خرافات کی جڑ مذہب نے کاٹ کر رکھ دی ہے قرآن نے اس قسم کے اوہام و خرافات کا جواب دیتے ہوئے کہا "سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ" یہ تو سراسر بہتان تراشی ہے اللہ تو ان چیزوں سے پاک ہے۔ اگر مذہب نہ ہوتا تو جہلاء نے بات کا بتنگڑ اور بال کی کھال اتارنے میں اپنی ساری توانائیاں صرف کر دی تھیں۔

مذہب نے انسان کو بتایا کہ تو آدم کی اولاد ہے اور تجھے حق تعالیٰ نے شرف و فضیلت سے نوازا ہے جس کی قرآن نے اطلاع دی "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ" (بنی اسرائیل) ہم نے بنی آدم کو بزرگی سے نوازا اور پھر ان میں اتحاد و یگانگت کے لیے ارشاد ہوا "كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً" (البقرہ) سارے لوگ ایک ہی ملت تھے اور ارشاد نبوی کے

www.KitaboSunnat.com

مطابق اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰہِ "مخلوق اللہ کا کنبہ ہے" اتنا شرف وجد اللہ نے کسی دوسری مخلوق کو نہیں بخشا' لیکن جوں جوں انسانوں میں مذہب بیزاری پیدا ہوتی گئی' دین سے دور ہوتے گئے' الٰہی احکامات سے سرکشی کرنے لگے تو پھر یوں بھی ارشاد فرمادیا "اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ" "یہ تو جانور ہیں' بلکہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔

مذہب انسان کو بتاتا ہے کہ انسان بحیثیت انسان برابر ہے' ان میں کوئی اونچ نیچ نہیں ہے' سوائے اس بات کے کہ جب اس نے توحید کا اقرار کرلیا تو دوسروں سے امتیاز حاصل ہوا "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ" "تم میں سب سے زیادہ مکرم اللہ کے ہاں وہ ہے' جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے' رحمت للعالمین ﷺ کا آخری خطبہ بھی اسی بات کی عکاسی وغمازی کرتا ہے کہ انسانوں کا رب ایک ہے' یہ سارے اولاد آدم ہیں' تو پھر احکامات [illegible] ہیں۔

مذہب انسان کو بتاتا ہے کہ وہ دین کی طرف دعوت دے "دعوت الی اللہ" بڑے اور ترغیب کے انداز میں ارشاد ہوا "وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ" "اس کی بات سے کس کی بات عمدہ ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف بلا رہا ہے؟ اور یوں بھی ارشاد ہوا کہ دین کی طرف احسن طریقے سے بلاؤ' دین کی طرف بلانے میں جبر اور ناشائستہ طریقے مت استعمال کرو "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" "دین میں جبر نہیں ہے اور نہ ہی دین میں لغویات ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" اور ان لوگوں کو سب وشتم نہ کرو جن کو یہ لوگ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں۔

مذہب انسان کی فلاح کا تقاضا کرتا ہے اور فلاح ونجات کے اصول بیان کرتا ہے کہ انسان کی نجات امر خداوندی کے سامنے جھک جانے میں ہے۔ نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے میں ہے۔ ارشاد ہوا "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ" "وہ لوگ کامیاب ہوگئے جو اپنی نمازوں کو خشوع سے ادا کرتے ہیں۔

مذہب انسان کو طاعت و بندگی کا درس دیتا ہے۔ ارشاد ہوا "وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ" "ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور معبودان باطلہ سے بچو" قرآن نے جن و انس کا مقصد تخلیق یوں بیان کیا "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" "جنوں اور انسانوں کو میں نے عبادت کے لیے پیدا کیا" دوسرے مقام پر عبادت کا حکم یوں دیا "يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ" "اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔

مذہب انسان سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنی فہم و فراست سے کام لے کر مظاہر قدرت سے لطف اندوز ہو اور جو عقل و بصیرت سے محروم رہا اس کی زندگی زندگی کہلانے کی مستحق نہیں ہے اور جسے عقل و شعور عطا کر دیا گیا اس پر رب کا احسان عظیم ہوا، ارشاد ہے۔ "وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا" جسے دانائی و حکمت سے نوازا گیا وہ خیر کثیر سے مالا مال و سرشار کیا گیا۔

انسان تو عقل سے کام لے "أَفَلَا تَعْقِلُونَ" نصیحت حاصل کرنے کا حکم "وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ" "اہل دانش ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں" "أَفَلَا تُبْصِرُونَ" بصیرت سے کام کیوں نہیں لیتے، قرآن میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے کا حکم بھی دیا گیا "أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ" (القرآن) عقل و دانش عطاء خداوندی ہے، جو شخص اس سے محروم رہا اس نے خاک کام کرنا ہے، جسے یہ مل گئی اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے بشرطیکہ وہ اسے دین کے لیے استعمال کرے، رحمت کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "دِيْنُ الْمَرْءِ عَقْلُهُ وَمَنْ لَا دِيْنَ لَهُ لَا عَقْلَ لَهُ" "انسان کا دین اس کی عقل ہے اور جس کا دین نہیں اس کی عقل نہیں۔

مذہب انسان کو بتاتا ہے کہ اس کی یہ زندگی مستعار زندگی ہے، فانی ہے اس میں دوام اور بقاء نہیں ہے۔ اس زندگی کے بعد ایک دائمی زندگی آنے والی ہے جس میں یا تو راحت ہوگی یا بے آرامی ہی بے آرامی ہوگی۔ کائنات کے مشاہدے اور مظاہرے کے بعد

انسان خالق ارض وسماء کے بارے میں مختصر سا تصور کر سکتا ہے' مگر اس زندگی کے بعد کیا ہو گا؟ اس کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا تھا۔ مگر مذہب نے بتایا کہ ملک الموت آئے گا' روح قبض کرے گا' اس کے بعد انسان کو پاتال میں اتارا جائے گا' اس کے بعد اسے اپنے کیے کا علم ہو گا کہ اس نے کیا کھویا اور کیا پایا؟ اگر انسان نے نیک اعمال کئے ہوں گے تو کامیاب ہو گا اور اگر بد اعمال کیے ہوں گے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کا ایندھن بن جائے گا۔

مذہب انسان کا محسن ہے' جس نے انسان کو وہ سب کچھ بتایا جو اس کی زندگی کے لیے انتہائی مفید تھا اور اس سے خبردار کیا جو اس کی زندگی کے لیے مضر تھا' اگر مذہب نہ ہوتا تو انسان اپنے مقصود کی تلاش میں سرگرداں رہتا اسے مطلوب نہ ملتا' اگر کسی نقطہ تک رسائی کرتا' تو مذہب کے بغیر اسے اطمینان حاصل نہ ہوتا اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ انسانی زندگی میں مذہب کا بہت عمل دخل ہے۔

مذہب اور سائنس:

آج عام ذہنوں میں ایک سوال رہ رہ کر ابھرتا ہے کہ عصر جدید سائنسی دور ہے۔ سائنسی ترقی کا زمانہ ہے سائنسی ترقی وہاں پہنچ چکی ہے جہاں تک مذہب رسائی کرنے سے قاصر و عاجز ہے' پھر اس کی موجودگی میں مذہب کی ضرورت کیا ہے؟ سطحی نگاہ سے اگر دیکھا جائے' موٹی عقل سے پرکھا اور سوچا جائے۔ تو یہ سوال نہایت ہی وزنی اور اہم ہے' لیکن جب بنظر غور مطالعہ کیا جائے تو ڈھول کے پول کھل جاتے ہیں' اس سوال کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے' وہ اس طرح کہ سائنس کی اہمیت مذہب کو ماننے سے ختم نہیں ہو جاتی اور سائنسی ایجادات' سائنسی ترقی کو تسلیم کر کے مذہب کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔

مذہب کی تعریف ہم پڑھ چکے ہیں کہ وہ زندگی کے تمام گوشوں سے متعلق اپنے کچھ تقاضے اور مطالبات رکھتا ہے' مگر سائنس کی رسائی وہاں تک نہیں جہاں تک مذہب کی

ہے' سائنس کا کمال مشاہدے کی حد تک ہے' تجربے کی حد تک ہے اور جو چیز مشاہدے اور تجربے میں ہے یا آسکتی ہے'ان دونوں کے دائرے اپنے پہلوؤں کے لحاظ سے ایک دوسرے سے الگ اور مغائر ہیں۔

سائنس اور مذہب کا تصادم حقیقتہً نہیں ہے' لیکن بعض سطحی علم والوں نے اس بارے میں بھی شکوک وشبہات پیدا کر دیئے ہیں' جن کی عمر ایک ڈیڑھ صدی سے زائد نہیں ہے اور ان کا قول یہ ہے کہ سائنسی ایجادات نے اور اس کی دریافتوں نے مذہب کو بے بنیاد اور غلط ثابت کر دیا ہے' حالانکہ بات ایسی نہیں ہے' بلکہ یہ اہل مغرب کا ہوا ہے جو اسلام کے خلاف کھڑا کیا گیا' جس کی بنیاد پر لوگوں کو مذہب سے برگشتہ کیا گیا جو خود دین و مذہب سے بعد رکھتے ہیں وہ اوروں کو بھی ساتھ رگیدنا چاہتے ہیں۔

مخالفین مذہب سائنسی چمک دمک سے مرعوب ہو گئے اور اس کی دریافتوں سے متاثر ہو کر یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اب خدا کو ماننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے خدا کو ماننے کی وجہ تو یہ تھی کہ اسے تسلیم کیے بغیر ہم کائنات کی توجیہہ نہیں کر سکتے تھے' لیکن اب اس مقصد کے لیے خدائی مفروضے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں ہم بہ آسانی کائنات کی تشریح یوں کر سکتے ہیں کہ کسی بھی مرحلہ میں خدا کو ماننے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی' خدا کی ذات عالی کے بارے میں انکار و اثبات کا رویہ یہ سائنس نے اپنانے کو نہیں کہا اور نہ ہی اس کی دریافتوں نے یہ حکم صادر کیا ہے کہ خدا کا انکار کرو ورنہ ساری مشینری رک جائے گی' سارے کام بند ہو جائیں گے' ہوائی جہاز نہیں اڑ سکے گا' فضائی جنگیں نہیں ہو سکیں گی' میزائل اور بم بے کار ہو جائیں گے' سائنس نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا بلکہ یہ مخالفین مذہب کی کور ذہنی ہے اور کوتاہ نصیبی کہ جس خالق نے انہیں سوچنے سمجھنے اور پرکھنے کے لئے دماغ اور عقل و شعور بخشا' جس کی بدولت انہوں نے کئی سوٹن لوہا فضا میں اڑا دیا' میزائل اور خدا جانے کیا سے کیا بنا دکھایا کہ عقل انسانی محو حیرت ہے آج

اسی منعم حقیقی کی احسان فراموشی کی جا رہی ہے۔

سائنس دانوں کی کج مج عقل میں یہ بات گھس گئی کہ خدا کی ضرورت ختم ہوگئی اور انہوں نے یہ کہا کہ یہ کائنات قوانین فطرت کے تابع ہے' پہلے زمانے کا سادہ لوح انسان جو کچھ دیکھتا تھا وہ کہہ دیتا تھا کہ یہ کام کرنے والی ذات اللہ کی ہے اور جدید طرز تحقیق نے یہ بتایا کہ ہر واقعہ کی پشت پر ایسے اسباب ہیں جنہیں تجربے کی بنیاد پر معلوم کیا جا سکتا ہے اور یہی شوشہ انہوں نے چھوڑ کر سادہ لوگوں کو اپنے جال میں پھنسا کہ مذہب سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی' حالانکہ ان مشاہدات و تجربات کے باوجود جب انسان ان کی تہہ تک پہنچے تو محسوس ہوگا کہ یہ معاملہ کیونکر اور کیسے ہوا؟ اس لیے کہ سائنس یا سائنس دان ہر بات کا جواب دے دیں' یہ ناممکن ہے' زیادہ سے زیادہ ان کا تیر کمان سے نکلا تو نیوٹن نے یوں کہہ دیا کہ "میرے تجربے اور مشاہدے میں یہ بات آئی کہ آسمانی ستارے اور سیارے نہ بدلنے والے قوانین میں جکڑے ہوئے ہیں اور انہی قوانین کے تحت وہ حرکت کرتے ہیں" جرمن فلسفی کانٹ نے لوگوں کو الو بنانے کے لیے یوں کہا کہ "مجھے مادہ مہیا کرو' میں تمہیں بتاؤں گا کہ دنیا اس مادے سے کیسے وجود میں آئی؟ ہیگل نے یوں کہہ دیا کہ "پانی کیمیاوی اجزاء اور انسان کی تخلیق کر سکتا ہے" نطشے نے یہ گمراہ کن اعلان کیا کہ اب خدا مر چکا ہے' ڈارون کی تحقیق نے اسے بتایا کہ انسان کسی خاص تخلیقی حکم کے تحت وجود میں نہیں آیا' بلکہ ابتدائی زمانے کے کیڑے مکوڑے عام مادی قوانین کے تحت ترقی کرتے کرتے انسان بن گئے ہیں۔

سائنس کی ترقی کا ہوا دینے والوں نے از خود یہ مفروضہ قائم کیا کہ فطری قوانین کے تحت ہر چیز ترقی کرتی ہے' زمین سے آسمان تک سارے واقعات اسی خود ساختہ قانون کے تحت ہوئے' ان کا کہنا یہ ہے کہ جب تک خوردبین ایجاد نہیں ہوئی تھی' اس وقت یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا کہ سورج کہاں سے نکلتا ہے؟ اور کہاں غائب ہوتا ہے؟ کیسے نکلتا ہے؟

اور کیسے ڈوبتا ہے؟ اپنی لاعلمی کی بنا پر کہا جاتا تھا کہ سورج سے حرارت وتمازت پیدا کرنے والی ذات اللہ کی ہے' اسے مشرق سے لانے اور مغرب میں غروب کرنے والی ذات اللہ کی ہے' لیکن سائنسی تحقیق نے ثابت کر دیا کہ جذب وکشش کا ایک عالمی نظام ہے' جس کے تحت سورج' چاند' ستارے اور سیارے حرکت کرتے ہیں۔

پہلے پہلے جب مرغی کے بے جان انڈے سے چوزہ نکلتا تھا تو کہا جاتا تھا' یہ کام اللہ کی قدرت کا شاہکار ہے' مگر سائنس دان یوں کہتے ہیں کہ انڈے کے خول میں چوزے کی چونچ پر ایک سینگ ہوتا ہے' جس سے خول پر ٹھوکر لگاتا ہے اور وہ خول ٹوٹ جاتا ہے بچہ باہر آ جاتا ہے' مخالفین مذہب کے نزدیک بچے کا باہر آنا 22 روزہ قانون کے تحت ہوتا ہے' جو قانون انہوں نے ذہن پر سوار کر رکھا ہے۔ مخالفین مذہب خدا جانے اپنے ذہنی مفروضے دوسروں پر کیوں مسلط کرتے ہیں؟ انہوں نے یہ تو بڑی آسانی سے کہہ دیا کہ خول ٹوٹتا ہے تو چوزے کی چونچ پر سینگ کی ٹھوکر سے' مگر اس کی گہرائی کیوں نہیں بتلائی جاتی کہ اس بے جان انڈے میں جاندار چوزہ بنانے والا' اس اندھیرے میں لوتھڑوں کو گوشت بنانے والا' پھر اسے ہڈیوں میں تبدیل کرنے والا' پھر چوزے کو "چوں چوں" کرنے کی طاقت دینے والا' اس کی چونچ پر سینگ پیدا کرنے والا' پھر اسے بڑھانے والا' کون ہے؟ ظاہر ہے کم فہموں اور کور بختوں کو اس کی سمجھ نہیں آ سکتی' وہ اپنی عقل ناقص سے جس چیز کو چاہیں اچھا قرار دیں' جسے چاہیں غلط قرار دیں' جسے چاہیں عمدگی کے سرٹیفکیٹ سے نوازیں' اور جسے چاہیں بدنما قرار دیں' یہ فارمولہ مخالفین مذہب کا انتہائی غلط ہے۔ مذہب کل بھی اس بات کا علمبردار تھا کہ کائنات کی نقل وحرکت' کائنات کا نمو' ثوابت وسیار' شمس وقمر' انسانی تفکر' زندگی اور موت یہ سب من جانب اللہ ہے اور سب کچھ کرنے والی ذات اللہ کی ہے' مذہب نہ کل بدلا نہ آج بدلا "لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ" اور پھر ارشاد ربانی ہے "لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا" اللہ کے قانون محکم اور مضبوط ہیں' ان میں تغیر وتبدل محال ہے' وہ سب کا خالق ہے مگر خود اس کا

خالق کوئی نہیں' مخالفین مذہب اس نقطہ پر پہنچنے کا فرسودہ خیال رکھتے ہیں کہ چلو ساری دنیا کو اللہ نے پیدا کیا' اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ یہ بے ہودہ سوال اٹھانے والا مذہب کے نزدیک غیر مومن اور غیر مسلم ہے۔

مذہب چونکہ الٰہی احکامات پیش کرتا ہے' وہ اپنی عقل اور اپنی سوچ دوسروں پر مسلط نہیں کرتا' اسی لیے مذہب بات بات پہ کیڑے تلاش نہیں کرتا' مگر سائنس چونکہ انسانی عقلوں نے دریافت کی' اس لیے انسان ہر بات کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کرتا ہے' وہ یہ چاہتا ہے' جو اس کا مشاہدہ اور تجربہ ہے وہی اصح اور درست ہے اور جو اس کے خلاف ہے وہ باطل اور غلط ہے۔

سائنس انسانی زندگی پر سطحی اثرات چھوڑتی ہے' وہ مادی اسباب وعلل پر اس کی [illegible] مددگار ثابت ہوگی' ستارے گردش کرتے ہیں یا نہیں؟ زمین چکر کاٹتی ہے یا نہیں؟ زمین کتنے عرصہ میں اپنا چکر مکمل کرتی ہے' وہ اس پر بحث کرتی چلی جائے گی' مگر مذہب انسان کو ان بھول بھلیوں میں مصروف رکھ کر اس کے اصل کام سے نہیں روکتا اور ایک انسان کا اصل کام اپنے خالق و مالک کے احکام کی اتباع و پیروی ہے' جو دنیوی زندگی میں انسان کے کام آئے اور آخرت کی نجات کا سبب بن سکے' دنیوی زندگی کی چند بہاریں ہیں' جو کسی نہ کسی طرح گزر جائیں گی۔ مگر آخرت کی عمر لمبی ہے' وہ کبھی ختم نہیں ہوگی' اس لیے عارضی اور فانی چیز پر اتنی محنت کرنا چاہیے جتنا یہاں رہنا ہے اور دائمی زندگی کے لیے اتنی محنت کرنی چاہیے جتنا وہاں رہنا ہے' اس بات پر جب غور کیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ سائنس نے اصل زندگی کی باگ ڈور چھوڑ دی اور بے اصل اور فانی زندگی کے مال ومتاع جمع کرنے کے لیے لنگوٹ کس لیا ہے۔

خلاصہ بحث:

مذہب انسان کو انسان بناتا ہے' زندگی گزارنے کے طور طریقے بتاتا ہے اسے ایک

مہذب شہری بننے کا درس دیتا ہے' اس کا رشتہ خالق و مالک ارض و سماء سے استوار کرتا ہے اور ہر اس کھائی اور موڑ سے اسے روکنے کی کوشش کرتا ہے' جہاں سے کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو' مذہب دائمی زندگی کے لیے محنت کرنے کی ترغیب دیتا ہے' تاکہ انسان وہاں خسران و نقصان سے بچ سکے' جب کہ سائنس انسان کو مادی اسباب کی طرف لگا کر اصل کام سے باز رکھتی ہے' سائنس دنیاوی مال و منال کے لیے کوشاں ہے' اخروی زندگی سے غافل ہے۔

مذہب الٰہی علم کا نام ہے' سائنس انسانی علم کا نام ہے' الٰہی علم میں غلطی اور خطا کا امکان نہیں ہے' انسانی علم میں خطا بھی ہو سکتی ہے' غلطی بھی ہو سکتی ہے' سائنسی تجربات اور مشاہدات انسانی ہیں' ان میں غلطی ہو سکتی ہے' مگر مذہب جو آسمانی علوم کا سرچشمہ اور منبع ہے اس میں خطا کا امکان سرے سے نہیں ہوتا۔ جب خطا کا امکان ہے' تو سائنس ناقص' سائنس کے مشاہدات ناقابل عمل اور ناقابل یقین ہیں' مادی اسباب کی حد تک ہم اس کے فارمولے اس شرط پر تسلیم کریں گے کہ یہ قدرت خداوندی کا اظہار ہے' سائنس کا کوئی کمال نہیں' کمال اس ذات عالی کا ہے جس نے سائنس دانوں کا دماغ بنایا۔ علی الرغم ازیں اگر سائنس دان اپنے چند تجربات و مشاہدات کی بنا پر انسان کا خالق سے رشتہ تڑوانا چاہیں تو یہ ناممکن ہے کہ مسلمان ان کے کہنے پہ اپنا موقف تبدیل کر دیں گے۔

سائنس حسی تجربات کا نام ہے اور حسی تجربات پر یقین نہیں کیا جا سکتا' حسی تجربات انسان کو گمان اور ظن کا فائدہ دے سکتے ہیں' جو بے سود ہے۔ لیکن مذہب یقین کا نام ہے' ایقان و ایمان کا نام ہے' مذہب جب ایمان سے متعلق ہے اور ایمان کا تعلق انسان کی داخلی کیفیت سے ہے اور یہ عطا خداوندی ہے' جب انسان کا اندرون مطمئن ہو جائے تو کسی خارجی دلیل اور مشاہدے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

انسانی زندگی میں مذہب کا مقام:

گزشتہ صفحات میں اس موضوع سے متعلق مختصر ذکر آ چکا ہے' مذہب سے انسان

کی وابستگی دیرینہ ہے' انسان کی وابستگی کا عالم مذہب کے ساتھ یہ ہے کہ انسان نے اس کی رفعت و بلندی کی خاطر مصائب و آلام برداشت کیے مگر مذہب کا دامن نہیں چھوڑا' جو احکامات اللہ نے انبیاء کو دیئے انبیاء نے جام شہادت نوش کیا مگر ان احکامات سے سرمو انحراف برداشت نہیں کیا' رحمت کائنات ﷺ نے اسی وابستگی کی بنا پر ستم و ظلم برداشت کیے کفار کی جانب سے ڈھائے جانے والے مظالم برداشت کیے' حضرات صحابہ کرامؓ کو پیٹا جاتا' ستایا جاتا' انہیں دشنام جاتا' مگر کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اپنے موقف اور مذہب سے پیچھے ہٹا ہو' انسان نے مذہب کو ہمیشہ آگے رکھا اور بلند مقام دیا' خواہ انسان ظاہری طور پر کتنا گیا گزرا کیوں نہ ہو مذہب کی ہمیشہ پاسداری اور نگہبانی کی ہے اور اس کو پروان چڑھانے کی ہمیشہ سعی و کوشش کی ہے۔

مذاہب عالم کا تقابلی جائزہ

(مذہب کی ابتداء)

مذہب کب شروع ہوا؟ کیسے پھلا پھولا اور پروان چڑھا؟ اس کے بارے میں مختلف نظریے ہیں' لیکن مشہور ترین دو نظریے ہیں' ایک ارتقائی' دوسرا مذہبی۔

ارتقائی نظریے کے مطابق جب انسان پیدا ہوا تو مذہب اور اس کی تعلیمات سے ناآشنا تھا' مذہب کی ابتداء زمین پرستی سے ہوئی' آغاز میں امہاتی نظام رائج تھا' انسان نے عورت سے جنم لیا' اس لیے اس کا میلان "ام" کی جانب ہو گیا' پھر رفتہ رفتہ مرد کا مقام اور اس کی اہمیت بڑھ گئی تو اس لیے سورج اور چاند کی پرستش شروع ہو گئی۔

سورج اور چاند کی پوجا بہت سی اقوام نے کی' ان کی چمک دمک سے متاثر ہو کر بہتوں نے انہیں اپنا معبود بنا لیا' اہل مصر کا دیوتا اوسیرز اور ہورس بابل والوں کا سورج اور اشوریوں کا اشور یہ تمام کے تمام مختلف نام آفتاب ہی کے تھے اہل یونان کو دیکھ لیں' اتی رور یہ والوں کو دیکھ لیں' جرمنی' برطانیہ اور اسکنڈی نیویا کے لوگ آفتاب کی پوجا و پرستش کرتے تھے' انسانی زندگی کے آغاز کے بعد جب انسان نے غلہ بونے اور کاٹنے کا موسم متعین کیا' تو سورج پرستی عام ہو گئی' چاند پرستی کم ہو گئی' اس لیے کہ ان کے خیال میں بجائی اور کٹائی میں سورج کو خاص اہمیت حاصل ہے' اس کی شعاعوں اور تمازت و حرارت کے بغیر غلہ نہیں اگ سکتا۔

جس طرح سورج کی پرستش کی گئی' اسی طرح پوجنے والوں نے ستاروں کی پرستش بھی کی' ستاروں کی دھیمی دھیمی روشنی کو خدا بنا لیا' انہیں مشکل کشا اور حاجت روا سمجھا' پھر آہستہ آہستہ علم النجوم کی بنیاد پڑی' ستاروں میں "قطب ستارے" کی بہت اہمیت تھی' اس لیے کہ اس کے گرد بہت سے ستارے گردش کرتے ہیں' مصر کے ہورس کا قول ہے کہ "میں وہ

ہوں جو آسمان کے قطب پر صدر نشین ہے اور تمام خداؤں کی طاقتیں میری طاقتیں ہیں"۔[1]

انسانوں کی کج فہمی کا اندازہ لگائیے' جنھوں نے پہاڑوں کی پرستش بھی کی اور ان کو نافع سمجھا' جن سے پانی بہہ بہہ کر دریاؤں کی شکل اختیار کرتا ہے پھر انہی انسانوں نے درختوں کی عبادت بھی کی' انہوں نے آگ کی پرستش کی' ہوا کو معبود خیال کیا' جنسی اعضاء کی پوجا کی' حیوانوں کی عبادت کی' اور اپنے بڑوں کی پوجا کی۔

یہ مذہب کا ارتقائی تصور ہے' جس سے واضح ہو رہا ہے کہ کائنات کی ہر اس چیز کی انسان نے عبادت کی' جس میں اسے ذرا برابر بھی نفع نظر آیا' لیکن تاریخ شاہد ہے کہ یہ نظریہ جس طرح عارضی اور ناپائیدار تھا' بعینہٖ اس کے پجاری اور ماننے والے بھی ناقص اور نکمے ثابت ہوئے' جن کی بات بات پہ بے ساختہ ہنسی آتی ہے۔ جن کی حماقتوں پہ تعجب ہونے لگتا ہے۔

ارتقائی تصور کے لحاظ سے مذہب کے آغاز کے بارے میں خرافات دیکھ لی ہیں' اب سچے اور کھرے نظریات سننے اور پڑھنے کے لیے قرآنی اور مذہبی تصور بھی ملاحظہ کر لیا جائے' جس کی روشنی میں ہمیں یہ بات نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس طرح جسمانیت سے سرفراز' اسی طرح روحانیت سے بھی اسے نوازا۔ انسان کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی' ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا کو پیدا کیا گیا' حضرت آدمؑ جس طرح اول انسان تھے' اسی طرح اول موحد بھی تھے آپ کائنات کے مظاہر کی پرستش نہیں کرتے تھے' بلکہ ایک خالق کائنات کی اتباع و پرستش کرتے تھے' اللہ کی توحید و ربوبیت کا ڈنکا بجاتے تھے' لا الہ الا اللہ آدم صفی اللہ کا پرچار کرتے تھے' جس میں حق تعالیٰ کی توحید ہے اور حضرت آدمؑ کی رسالت کا ذکر ہے۔

انسان کو حق تعالیٰ نے اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا' ارشاد ربانی ہے "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" "جنوں اور انسانوں کی تخلیق عبادت کے لیے ہوئی اور عبادت بھی حق تعالیٰ کی' جس طرح قرآن مجید میں جگہ جگہ اس نے اپنی عبادت کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور حق کی روحانی تعلیمات سے نواز کر انبیاء کو اس کام پر مامور کیا کہ وہ ان کو پھیلائیں' ہدایت عام کریں' گمراہی کے خلاف جہاد کریں علم عام کریں' جہالت کے خلاف جہاد کریں' توحید کی دعوت دیں' شرک کے خلاف جہاد کریں' یہ وہ تصور ہے جو مذہبی ہے' اور قرآنی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے علم کی اشاعت' رشد و ہدایت کو عام کرنے' جہالت و ضلالت کے خلاف جہاد کرنے کے لیے ہر امت میں رسول بھیجے "لَقَدْ بَعَثْنَا فِىْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا" جنہوں نے اللہ کے دین کی بات کی' جہالت کے خاتمے کی کوشش کی' پھر یکے بعد دیگرے رسول بھیجے' یہودیت جو آج مختلف شکلوں میں ہے' عیسائیت جو آج اپنی ڈگر سے ہٹ چکی ہے' یہ وہ مذاہب ہیں جن کے داعی انبیاء تھے انہوں نے اپنے کو یہودی نہیں کہلوایا' عیسائی نہیں کہلوایا' بلکہ وہ تو یہی کہتے تھے "اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ" میں اللہ کا بندہ ہوں' اللہ مجھے کتاب دیں گے اور رسول بنائیں گے "مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا" ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ تو اللہ کے بندے اور رسول تھے' جنہوں نے مشکلات و مصائب برداشت کیے اور اللہ کے دین کی پاسبانی کی۔

بات دور نکلتی جارہی ہے' مذہب کے آغاز و ارتقاء کا وہ تصور جو قرآن نے پیش کیا وہی اصح اور درست ہے کہ پہلا مذہب توحید تھا' پہلے انسان کا موقف اللہ کی توحید بیان کرنا تھا اور جو لوگ یہ کہتے تھے کہ مذہب کا آغاز مظاہر پرستی سے ہوا' پھر رفتہ رفتہ جہالت ختم ہوئی' علم عام ہوا تو بہت سے خداؤں کی بجائے ایک خدا کو تسلیم کیا جانے لگا' ان کے بعد والوں نے یہ بات تسلیم کی کہ مذہب کا ارتقائی تصور سراسر غلط ہے' اصل تصور وہ ہے جو قرآن نے بتایا ہے۔

اسلام اور دوسرے مذاہب:

اسلام جس طرح دین فطرت ہے اسی طرح عالمگیر بھی ہے' شارح اور شارع اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ قیام صبح قیامت تک نبی بن کر تشریف لائے' آپ سے پہلے

بھی انبیاء آئے' مگر ان کی تعلیمات' ان کی نبوت و رسالت اپنے وقت اور محدود علاقے کے لیے تھی' ان کا پیغام وقتی تھا' حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی طرف نبی بنائے گئے' حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کی طرف بھیجا گیا' حضرت شعیب علیہ السلام کو اہل مدین کی طرف روانہ کیا گیا' حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف "لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ" حضرت موسیٰ" کو اپنی قوم کی جانب رسول بنا کر بھیجا گیا' حضرت عیسیٰ" کو بنی اسرائیل کا نبی بنا گیا' عیسائیوں کی کتاب میں حضرت عیسیٰ" کا فرمان منقول ہے "میں صرف بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے لیے آیا ہوں' پس میں بچوں کی روٹی کتوں کے آگے نہیں ڈال سکتا"۔

پہلے وقتوں میں انبیاء محدود علاقے کے لوگوں کے لیے محدود پیغام لاتے تھے' لیکن جب انسانوں کی بستی میں آبادی بڑھتی گئی اسباب بڑھتے گئے ضروریات میں اضافہ ہوا تو ایک ایسے نبی اور ایسے مذہب کی ضرورت تھی جو صرف محدود علاقے' محدود لوگوں اور محدود وقت کے لیے نہیں بلکہ قیامت تک کے انسانوں کے لیے رشد و ہدایت فوز و فلاح کی مشعل بنے اور ایسا نظام برپا کرے جو عالمگیر اور دائمی ہو۔

حضرت رسول اکرم ﷺ کو آخری سرمدی پیام حیات دے کر مبعوث فرمایا گیا' ارشاد ربانی ہے کہ میں نے تمہارا دین کامل و مکمل کر دیا' تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور اسلام کو دین کے طور پر تمہارے لیے پسند کر لیا ہے "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" دوسری جگہ ارشاد ہے "اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ" بے شک دین (سچا) اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

اسلام کو باقی تمام ادیان پر' تمام مذاہب اور تمام ملتوں پر فوقیت اور فضیلت حاصل ہے' اس کی حفاظت اور اشاعت کے لیے علماء امت کام کرتے رہے اور آج بھی کام کر رہے ہیں' اسلامی تعلیمات کے فروغ و تشہیر کے لیے وہی راہنما اصول اپنائے گئے جو قرآن و سنت کی روشنی سے ملے۔ باقی مذاہب و ادیان میں انسانوں کی خواہشات شامل ہو گئیں' جس کی

وجہ سے ان سے اصل روح مفقود ہوگئی۔

اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری دین ہے، جس طرح حضرت رسول اکرم ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں، ان کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا، اسی طرح اسلام کو اللہ نے بطور دین پسند کیا، اس کے بعد کوئی اور دین نہیں آئے گا، اس کی صداقت اور حقانیت تا قیام ہنگامہ یوم النشور رہے گی، اسلام کی تعلیمات ابدی ہیں، اس کا پیغام ابدی اور دائمی ہے، اس کے فرامین عین انسانی فطرت کے مطابق ہیں، اس کی باتیں عقل انسانی سے ماورا ہو سکتی ہیں، لیکن عقل انسانی کے خلاف نہیں ہو سکتیں۔

اب ہم ذیل میں دوسرے مذاہب اور اسلام کے بارے میں وضاحت کرتے ہیں کہ اسلام اور دوسرے مذاہب میں کیا فرق ہے؟ اور اسلام کی خصوصیات کیا ہیں؟ چونکہ اس وقت ہم پوری دنیا کے مذاہب کے علم سے تہی دست و تہی دامن ہیں کہ دنیا میں کتنے مذاہب ہیں اور ان کے نظریات کیا ہیں؟ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں لوگ مذاہب کے پیروکار ہیں، کئی مذاہب کے پیروؤں کی تعداد لاکھوں، کروڑوں اور اربوں میں ہے اور کوئی مذاہب گنتی کے پیروکاروں کے حامل ہیں، ان میں مشہور و معروف مذاہب وہ ہیں، جن کے بارے میں قرآن کریم نے کہیں کہیں راہنمائی کی، یہودی، عیسائی، مجوسی اور اسلام اور اسی طرح آج ہندو مت، بدھ مت، جین مت، زرتشت بھی ہیں جن کے بارے میں ہم کچھ عرض کریں۔

ہندومت

ہندو مذہب کا آغاز ہندوستان پر آریاؤں کے حملہ کے وقت ہوا' ان کی آمد سے قبل وہاں دراوڑی نسل کے لوگ رہتے تھے' جو نہایت مہذب و متمدن معاشرہ کے بانی کہلوائے' موہنجوداڑو' ہڑپہ جیسے تاریخی مقامات ان کی عظمت کی نشاندہی کرتے ہیں' وہ ہندوستان میں حضرت عیسیٰ کی آمد سے سترہ سو سال پہلے آئے تھے انہوں نے اپنی فطرت اور عظمت کے اظہار کی وجہ سے ہندوستان کے پرانے باشندوں کو تباہ کر دیا تھا اور ان کے شہر اور آبادی کھنڈرات میں بدل دی تھی اور بچے کھچے لوگوں کے گلے میں غلامی کا طوق ڈال دیا تھا۔

ہندو مذہب کا آغاز حضرت عیسیٰ کی آمد سے پہلے ہی ہوا تھا اور ان کی کتابوں (وید) کی تصنیف بھی اسی زمانے میں ہوئی۔ یہ آریا جب ہندوستان میں پہنچے اس وقت مظاہر پرستی کے خوگر تھے' رفتہ رفتہ ان کے نظریات ہندوستانی باشندوں کے نظریات میں گھل مل گئے' جو نظریات وہ لے کر آئے تھے وہ ہندوستانی مذہب کا حصہ بن گئے' کچھ دیوتا اور خدا دراوڑی نظریے کے مطابق پہلے ہی سے وہاں موجود تھے اور کچھ یہ لوگ ساتھ لے کر آئے تھے' چنانچہ یہی وجہ تھی کہ ہندوستان میں بے شمار دیوتاؤں کی پرستش ہونے لگی۔ دراصل ہندوستان میں طوفانی بارشوں' زرخیز زمینوں' آب و ہوا' بجلی کی گرج چمک' نے یہاں کے باشندوں کے نظریات پر گہرا اثر ڈالا' یہ لوگ ان کو مؤثر سمجھنے لگے' اس وجہ سے انہوں نے ان چیزوں کو خدا بنا لیا' جن سے وہ خوف زدہ ہوتے یا جن کے ساتھ ان کا مفاد وابستہ تھا۔

آریہ بابل کے مذہبی تصورات بھی ساتھ لے کر آئے تھے' بابل میں بیماریوں کو دور کرنے کے لیے منتر پڑھے جاتے تھے' اب وہی منتر ہندوستان میں بھی پڑھے جانے لگے' بابل میں یہ رسم بد رائج تھی کہ جو لڑکیاں اپنے خاوندوں کو تلاش کرنے میں ناکام ہو جاتی تھیں' انہیں بازاروں میں فروخت کر دیا جاتا تھا اور یہی رسم ہندوستان میں بھی رائج ہونے

گئی۔

ہندو مذہب پر پرانی ثقافت اور تہذیب نے بھی گہرے اثرات مرتب کیئے' ایرانیوں کی مذہبی کتاب ''اوستا'' اور آریاؤں کی مذہبی کتاب ''رگ وید'' کے افسانے اور پوجا پاٹ کے طور طریقے یکساں تھے ایران میں مذہبی اجارہ داری تھی' یہی فرض ہندوستان میں برہمن انجام دیتے تھے ایران میں ایک خاص قسم کی گھاس کو مقدس سمجھ کر پیا جاتا تھا' بالخصوص جب کسی مقدس عبادت کا موقع ہوتا جسے ایران میں ''سوما'' کہا جاتا تھا' جو ایک قسم کی بھنگ تھی ہندوستان میں بھی مقدس مواقع پر ایسا ہی کیا جانے لگا۔

ایران کے پرانے عقائد ونظریات نے راجپوتانہ' سندھ اور پنجاب کے رہنے والوں کو متاثر کیا' چونکہ ان علاقوں میں ان کی حکمرانی تھی' وہ ان علاقوں میں فاتح بن کر آئے تھے' اس لیے مفتوحین پر ایرانی فاتحین کا اثر قدرتی امر تھا' [illegible] ایرانی باسی ہندوستان میں آباد ہو گئے تھے [illegible] بھی ہندوستان کو اپنے رسم ورواج سے متاثر کیا یہ لوگ سورج کی پوجا کرتے تھے' انہی کی وجہ سے ہندوستان میں آگ اور سورج کی پوجا ہونے لگی۔

آریا جب ہندوستان آئے تو وہ ہندوستان کے لیے تین دیوتا بھی ہمراہ لائے (1) اگنی جسے آگ کا دیوتا سمجھا جاتا تھا (2) اندرا یہ بارش کی دیوی سمجھی جاتی تھی (3) سریا جسے سورج کا دیوتا سمجھا جاتا تھا' آگ' پانی اور سورج یہ تینوں انسانی زندگی کے لیے موثر اور فعال عنصر خیال کیے جاتے تھے' اسی لیے اگنی' اندرا اور سریا یہ تینوں دیوتا بھی موثر سمجھے جانے لگے' وقت کے ساتھ ساتھ جیسے جیسے آبادی بڑھتی گئی' ویسے ویسے ہندوؤں کے خداؤں اور دیوتاؤں کی تعداد میں [illegible] ضروریات جوں جوں ترقی ہوتی گئی' ہر کام اور مطلب کے لیے جدا جدا دیوتاؤں کی پرستش اور پوجا ہندوؤں کی عادت بن گئی تھی۔

ہندوؤں کے مذہبی معاملات و نظریات اتنے گنجلک اور پیچیدہ شکل اختیار کر گئے

جنہیں دوسروں کا سمجھنا تو دور کنار رہا' خود ہندوؤں کے لیے ایک مسئلہ بن گیا مذہبی مسائل کے حل کے لیے کسی قوم کے نظریات وعقائد میں وحدت اور اتحاد ضروری ہے' لیکن ہندو اس سے محروم رہے' ان کے ہاں سب سے زیادہ نزاعی مسئلہ' مسئلہ الہٰ تھا' اس وجہ سے اس مذہب کے ماننے والے ایک خدا سے تیس کروڑ تک خداؤں کے وجود کا عقیدہ رکھتے ہیں' ہندو ہندو کے مخالف نظریہ رکھتا ہے' ہندو دوسرے ہندو سے متضاد رائے رکھتا ہے۔

ابتدائی مذہب:

ہندوؤں کی پوری تاریخ سچ بتانے سے قاصر ہے کہ ان کی ابتداء کس طرح کی عبادت سے ہوئی' آیا ان کی عبادت کا آغاز دیوتاؤں کی پوجا و پرستش سے ہوا یا وہ کبھی توحید کے بھی قائل تھے' ہندوؤں کی تاریخ تو پہلی بات ہی بتاتی ہے کہ ان کے رگ و پے میں گردش ہے شرک کے مقام پہ جا کر ہی ہوتی ہے جب قرآن حکیم کی آیت سامنے آتی ہے۔"اِنْ مِنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ" یعنی ہر امت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والے آئے ہیں' دوسرے مقام پر آتا ہے۔لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ" ہر قوم کی طرف رسول آئے" ان دو آیتوں سے معلوم ہوا کہ تمام مذاہب کی ابتداء وحی سے ہوئی اور توحید ان کا بنیادی عقیدہ تھا اور ہندو بھی توحید کے قائل تھے' لیکن رفتہ رفتہ عوامی جہالت کی وجہ سے توحید کی جگہ شرک نے لے لی اور ان میں رسومات نے رواج پا لیا' البیرونی لکھتے ہیں "خدا کے متعلق ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ واحد ہے' غیر فانی ہے' نہ اس کا کوئی آغاز ہے نہ انجام' وہ مختار مطلق قادر مطلق حکیم مطلق ہے' حی اور محی' احکم الحاکمین اور سب سے وہ اپنی خسروی و سلطانی میں لاثانی' وہ نہ کسی سے مشابہ ہے نہ کوئی اس کے مشابہ" معلوم ہوا ہندوؤں کا ابتدائی مذہب توحید تھا' مگر ان کی خواہشات کی وجہ سے رب تعالیٰ کی پرستش کی بجائے دیوتاؤں کی پوجا پاٹ ہونے لگی۔

ہندو مت کی کتابیں:

ہندو مذہب کی کتب دو قسم کی ہیں' ایک ان باتوں کا مجموعہ جو انہوں نے اپنے کانوں سے سنی ہیں اور دوسری وہ جو ان کے باپ دادا سے چلی آ رہی ہیں' جو انہوں نے خود سنی ہیں وہ ویدوں کی شکل میں ہیں' اور جو ان کے آباء سے ان تک پہنچی ہیں وہ ویدوں کے ماسوا ہیں۔

وید ود مصدر سے بنا ہے۔ ود علم کا ہم معنی ہے' جاننا اس کا معنی ہے فکر کرنا' غور کرنا' پانا' حاصل کرنا' وید ہندوؤں کی کسی خاص کتاب کا نام نہیں ہے' بلکہ وہ اس لٹریچر کو کہتے ہیں جو دو ہزار سال کے عرصہ میں انہوں نے مختلف علوم ورسوم سے جمع کیا' پھر اس کا نام وید رکھ دیا' جو مختلف اور متضاد مواد پر مبنی ہے' اسی طرح انہوں نے مختلف کتابوں کے سابقوں اور لاحقوں کے ساتھ یہ نام رکھا' آیوویدطب کی کتاب' پشاچ وید چڑیلوں کا وید' سر وید شیطانوں کا وید' پروان وید قصے کہانیوں کا وید' اتہاس وید' تاریخ کی کتاب' سرپ وید سانپ کا وید۔

ویدوں کی لغت حرکت میں وید کا معنی لکھا ہے مال ومتاع حاصل کرنا' تو جن مصنفین نے ان کو مرتب کیا تھا' انہوں نے ان کے ذریعے خاص مقاصد حاصل کیے مصنفین خاص مقاصد کے لیے دیوتاؤں سے الحاح وزاری اور حاجت براری کرانے کا نظریہ رکھتے تھے' ہندوؤں کے ویدوں کا مقصد دنیوی ضروریات سے متعلق ہے' عناصر اربعہ آگ' پانی' ہوا اور سورج ان کے خاص دیوتا ہیں۔ ان کے نزدیک آگ کی پوجا کرنے والوں کو دولت ملتی ہے' ان ویدوں میں اگنی کی پرستش کے بارے میں سبق دیا گیا ہے' اگنی کی پرستش کے بعد اندرا دیوتا کی پرستش کی تلقین کی گئی ہے' اندر ہندوؤں کے لیے مخالفوں سے دولت چھینا کر لاتا ہے' سوریہ (سورج) کھیتوں کو پکارتا ہے اور پانی پیاس بجھاتا ہے' تو معلوم یہ ہوا کہ ہندوؤں کے ویدوں کا مقصد آگ' پانی' ہوا اور سورج کی پرستش کرانا ہے۔

وید تقسیم کے لحاظ سے چار قسم پر ہیں۔ 1- رگ وید 2- یجر وید 3- سام وید 4- اتھر وید۔

1- رگ وید۔ دس ہزار منتروں پر مشتمل ہے اور سارا وید منظوم ہے' اس میں ہندوؤں کے دیوتاؤں کی تعریف اور بزرگی کے نغمے ہیں اور دیوتاؤں کو مخاطب کر کے ان سے التجائیں اور دعائیں کی گئی ہیں' یہ وید تمام ویدوں سے قدیم ہے۔

2- یجر وید۔ یہ رگ وید سے ماخوذ ہے' اسے قربانیوں کے مواقع پر گایا جاتا ہے اس میں قربانیوں میں استعمال ہونے والی اشیاء کو مخاطب بنایا گیا ہے۔

3- سام وید۔ اس میں محض گیت ہیں اور راگ' یہ رگ وید سے نصف ہے تاریخی اعتبار سے اسے کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہے۔

4- اتھر وید۔ اس میں چھ ہزار منتر ہیں' بارہ سو کے قریب رگ وید سے ماخوذ ہیں' نصف حصہ نثری کلام میں ہے' باقی منظوم ہے' اس وید کا زیادہ تر حصہ جادو کے بارے میں ہے اتھر وید ہمارے آریوں کے تمدن و معاشرے کا عکاس و غماز ہے۔

ویدوں کے مصنفین:

ویدوں کے شاعر ''رشی'' کہلاتے ہیں' جس کا معنی ہے منتر دیکھنے والا' ویدک تعلیمات میں صاحب کلام کو رشی کہا جاتا ہے' ان کو برہمن اور شاعر بھی کہا جاتا ہے' رشی کے مکمل کلام کو سوکت کہا جاتا ہے' رشی نے جس دیوتا کی اپنی حاجت پوری ہونے کی امید کے ساتھ تعریف کی اسے دیوتا کہا جاتا ہے' رشی یا برہمن یہ عام لوگ تھے' رسول یا نبی نہ تھے ان کی عقل و دانش پہ تعجب و حیرانی ہوتی ہے' جو اپنے دیوتاؤں کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہ کر سکے' ایک رشی کہتا ہے کہ برہما دیوتا سب سے پہلے ہوا' تمام عالم کا خالق' مالک اور رازق؛ جس کے چار منہ تھے' ہر منہ سے ایک ایک وید پیدا ہوا' مشرقی منہ سے سام وید پیدا ہوا' شمالی منہ سے اتھر وید اور جنوبی منہ سے یجر وید پیدا ہوا۔

اور دوسرا موقف یہ ہے کہ برہما اگنی وایو' انگرا' اور ادینہ پر الہام ہوا اگنی سے رگ وید پیدا ہوا' وایو سے یجر وید اور ادینہ سے سام وید پیدا ہوا' مگر اتھر وید کے رشی کا اس میں نام

ہی نہیں ہے اور تیسرا موقف یہ ہے کہ یہ سارے منتر رشیوں کے خود ساختہ ہیں۔

ویدوں کی تعلیمات:

ویدوں کی تعلیمات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندومت ظلم و بربریت سے زمین پر عصیان وطغیان برپا کرنا چاہتا ہے۔ ویدوں کی تعلیمات میں یہ بات نمایاں ہے کہ مذہب کے مخالفین کو زندہ جلا دو اپنے دشمنوں کے کھیتوں کو اجاڑ دو لوگوں کو بھوکا پیاسا رکھ کر ہلاک کرو اپنے مخالفین کو درندوں سے بھڑوا دو ان کو سمندر میں ڈبو دو اپنے دشمنوں کو اس طرح تڑپا تڑپا کر مارو جس طرح بلی چوہے کو تڑپا تڑپا کر مارتی ہے دشمن کی گردنیں کاٹ دو اپنے دشمن کو جائز و ناجائز طریقے سے ختم کر دو مخالفین کا جوڑ جوڑ اور بند بند کاٹ دیا جائے انہیں پاؤں کے نیچے کچل دیا جائے۔

ویدوں کی تعلیمات میں اپنے مخالفین کے لیے بددعائیں موجود ہیں "اے مخالفو! تم سر کٹے سانپ کی طرح بے سر اور اندھے ہو جاؤ' جو بچ جائیں انہیں اندر اور دیوتا تباہ و برباد کر دیں' اے اندر دیوتا' ہمارا دیا ہوا سوم رس تجھے خوش اور متوالا کرے تو ہمیں دھن اور دولت دے اور وید کے دشمنوں کو تباہ اور ہلاک کر' اے اندر دیوتا' تو ویدک دشمنوں کو کب کچل کر ہلاک کرے گا؟ جس طرح چھتری دار پھول کو پاؤں سے کچل کر تباہ کر دیا جاتا ہے' اے اندر تو کب ہماری ان دعاؤں کو سنے گا؟

ویدوں کی تعلیمات سراسر خلاف فطرت اور انسانی حقوق پر شبخون ہے۔ عورتوں کے بارے میں یوں لکھا ہے "کسی عورت سے مستقل محبت نہیں کی جا سکتی' عورت دھوکہ باز ہے ہر عورت کی عصمت مشتبہ ہے عورت عقل سے عاری ہے لڑکی باپ کی جائیداد کی وارث نہیں ہو سکتی' کسی عورت کو خاوند سے حکومت نہیں مل سکتی' اگر کسی بیوہ کو اپنے خاوند کی طرف سے جائیداد ملتی ہے تو اسے جائیداد کی خرید و فروخت کا کوئی حق نہیں ہے اگر اولاد کی نہ ہو تو لڑکی باپ کی جائیداد کی وارث نہیں ہو سکتی' بلکہ بھتیجا جائیداد کا وارث ہوگا' خاوند خواہ کیسا ہی

کیوں نہ ہو؟ ظالم ہو، دائم المرض ہو، مگر عورت کو اس سے علیحدگی کا حق قطعاً نہیں ہے، کسی لڑکی، نوجوان یا بوڑھی عورت کو اپنے گھر میں کام اپنے اختیار سے نہیں کرنا چاہیے، جن لڑکیوں کے بھائی نہ ہوں ان کو شادی کا حق نہیں ہے، عورت مذہبی تعلیم حاصل نہیں کر سکتی، مرد عورت سے جب چاہے نجات حاصل کر سکتا ہے، مگر عورت کی جان مرد کے مرنے کے بعد ہی چھوٹ سکتی ہے، اگر کسی عورت کے دس شوہر ہوں، مگر اس کے بعد کوئی برہمن اسے پکڑ لے تو وہ اسی کی ہو جاتی ہے۔

ہندو مذہب میں عورت کے بارے میں جو نظریہ دیا گیا یہ درست نہیں ہے، اسلامی تعلیمات میں عورت کو حقوق حاصل ہیں، وہ دوسری اولاد کی طرح اپنے باپ کی میراث کی حقدار ہے، اگر اس کا خاوند کے ساتھ گذارہ نہیں ہوتا تو اسے علیحدگی کا حق ہے، اس کی گواہی معتبر ہے، اسلام نے عورت کو ماں، بہن، بہو اور بیٹی کے رشتوں میں استوار کیا۔ اسلام نے [illegible] کیا [illegible] کے حق میں [illegible]

ہندو دھرم اور اسلام:

قرآن حکیم کی روشنی میں یہ بات واضح ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا، اس طرح ظاہر ہے کہ ہندو دھرم کی بھی کوئی نہ کوئی اساس ہو گی، لیکن ہندو مذہب کی موجودہ شکل سراسر خلاف عقل و نقل ہے، الٰہی قوانین اور احکام کے خلاف ہے، انبیاء کی تعلیمات اور اسوہ کے خلاف ہے، ہندو مذہب کی موجودہ صورت جس میں آگ، پانی، ہوا اور سورج کی پرستش اور پوجا کا تصور بالکل خلاف تعلیمات نبوت ہے، انبیاء کی تعلیمات کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی توحید و ربوبیت کی دعوت تھا، معلوم ہوا کہ ہندوؤں نے ان تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا، جن کے بارے میں بعض مورخین نے لکھا کہ ابتدائی ہندو دھرم یہ تھا جس سے انہوں نے انحراف و اعراض کیا، اس کے مقابلہ میں اسلام ہے، جو شروع سے اپنی روشنی بکھیر رہا ہے، اپنی نورانی تعلیمات سے مستنیر کر رہا ہے، اس کی تعلیمات میں ردو

بدل نہیں ہوا' اس کے احکامات کی تاثیر آج بھی ویسی ہے' جیسے زمانہ نبوت میں تھی' قرآنی الفاظ آج بھی اسی طرح خارہ شگاف ہیں' جس طرح قرن نبوت میں تھے۔

حق تعالیٰ نے انسانوں کو ایک آدم کی اولاد قرار دیا' انسانی ناطے سے ان میں کوئی فرق نہیں رکھا کالے گورے' امیر غریب کی تفریق مٹا دی' لیکن ہندو دھرم نے انہی صفات کو موضوع تفریق بنایا ہے' انہی خصوصیات کی اساس پر انسانوں میں اونچ نیچ کا دعویٰ کیا ہے ہندوؤں کے وید نے برہمن' چھتری' شودر' راکش' ملیچھ' وسیلو' اسٹر کی تقسیم کرکے انسانی تفریق کی بنیاد ڈالی' جو معاشرتی زندگی کا نہایت ہی بھیانک پہلو ہے' اسلام نے کسی سے نفرت نہیں سکھائی اور نہ ہی کسی کو بہ نظر حقارت دیکھنے کی تلقین کی' بلکہ اسلام نے اس کی ممانعت کردی' ارشاد ربانی ہے' "وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ" "لوگوں سے نفرت کرکے رخ مت پھیر۔

ہندوؤں میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر تفریق کے سلسلے [illegible] منو کے قانون نے ہندی معاشرہ کو چار ذاتوں میں تقسیم کردیا' سب سے اونچا درجہ برہمن کا' پھر ویش اور پھر شودر کا' ہر ذات کے لیے الگ الگ ڈیوٹیاں لگائی گئیں' ویش کا کام کھیتی باڑی کرنا' سود لینا' چارپایوں کی خدمت کرنا' برہمن' کشتری اور ویش کی خدمت شودر سے کروائی جاتی تھی' ان کے نظریہ کے مطابق برہما (دیوتا) نے شودر کو برہمنوں کی چاکری کے لیے پیدا کیا' برہمنوں کا کام وید کی تعلیم' دوسروں کے لیے دیوتاؤں کے چڑھاوے دینا اور دان لینے دینے کا کام فرض قرار دیا ہے۔

شودر اگر برہمن کی توہین کرتا تو اس کو سزا ملتی' جس حصہ جسم سے وہ اس کو تکلیف دیتا اس حصہ کو کاٹنے کا حکم تھا' اگر وہ ان کے برابر بیٹھ جائے تو کمر پر داغ لگا کر چوتڑ کٹوا کر ملک بدر کردیا جاتا۔

اور پھر اس بد قسمت [illegible] کا بدترین قانون یہ تھا کہ نچلی ذات کی عورت اور کی قوم کے مرد سے شادی نہیں [illegible] اور اونچی قوم کی عورت نچلی ذات کے مرد سے شادی نہیں

کر سکتی، اپنی ذات سے نچلی ذات کی شوقین لڑکی کو گھر میں نہیں رکھا جاتا تھا، اونچی ذات کی لڑکی خواہش کرے یا نہ کرے جب رذیل آدمی سے جماع وغیرہ کر لیا تو اونچ نیچ ذات کے فرق کی وجہ سے اس آدمی کا عضو تناسل کاٹ دیا جاتا بلکہ منو نے قانون بنایا جس میں یہ تھا کہ اس کا عضو کاٹ دیا جائے۔

اس کے برعکس اسلام نے جو قانون دیا وہ عین عقل و دانش کے مطابق ہے جس میں انسانیت پر ظلم کی بجائے انسانوں کے لیے سامان عبرت اور اصلاح ہے، وہ زندہ انسانوں کے اعضاء اس انداز میں جسم سے جدا کرنے کا حکم صادر نہیں کرتا، جس سے تماشا برپا ہو جائے اور جس سے انسانیت کی توہین و تذلیل ہو، بلکہ اسلام نے جس جس جرم پر جو سزا تجویز کی وہ سوچ سمجھ کر کی، اگر زانی اور زانیہ فحاشی کا ارتکاب کریں تو انہیں کوڑوں کی سزا دینے کا فیصلہ کیا، چور اور چورنی دس درہم کی مقدار چوری کریں تو ان کا داہنا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور ان سزاؤں سے قبل اسلام نے انسانی سماج و معاشرہ کی اصلاح و تربیت کی پوری کوشش کی ہندو دھرم کی طرح نہیں کہ منو اپنے قانون کی ننگی تلوار انسانوں کے سروں پر لٹکا دے اور انہیں اس پر خطر وادی اور بھیانک سلسلہ سے بچنے کی ترغیب ہی نہ دے۔

وید نے دسیوں کو ڈاکوں کا لقب دیا، پھر ان سے نفرت کا اظہار کیا، لیکن اسلام نے کسی سے نفرت نہیں بلکہ محبت کا درس دیا ہے، اسلام الفت و اخوت کے بیج بوتا ہے، نفرت و حقارت کے کیل کانٹے اکھاڑتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ انسانی معاشرہ میں امن و سکون رہے، بے امنی اور ہیجانی کیفیت ختم ہو، وہ کسی قوم اور کسی ذات کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھ کر اس کے بارے میں نفرت پھیلا کر خرمن امن کو خاکستر نہیں کرتا، جس طرح ہندو مت میں یہ بات بنیادی ہے۔

ہندو مذہب کی تعلیمات نے خالق ارض و سماء کو فراموش کر دیا اور ان گنت و بے شمار بتوں کی پوجا پاٹ اور پرستش کا حکم دیا، سورج، آگ، پانی اور ہوا کو سب کچھ سمجھ لیا، الٰہی قوانین سے اغماض و چشم پوشی، اعراض و انحراف کیا جب کہ اسلام نے خالق، مالک، رازق

کر سکتی' اپنی ذات سے نچلی ذات کی شوقین لڑکی کو گھر میں نہیں رکھا جاتا تھا' اونچی ذات کی لڑکی خواہش کرے یا نہ کرے جب رذیل آدمی سے نکاح وغیرہ کر لیا تو اونچ نیچ ذات کے فرق کی وجہ سے اس آدمی کا عضو تناسل کاٹ دیا جاتا بلکہ منو نے قانون بنایا جس میں یہ تھا کہ اس کا عضو کاٹ دیا جائے۔

اس کے برعکس اسلام نے جو قانون دیا وہ عین عقل و دانش کے مطابق ہے جس میں انسانیت پر ظلم کی بجائے انسانوں کے لیے سامان عبرت اور اصلاح ہے' وہ زندہ انسانوں کے اعضاء اس انداز میں جسم سے جدا کرنے کا حکم صادر نہیں کرتا' جس سے تماشا برپا ہو جائے اور جس سے انسانیت کی توہین و تذلیل ہو' بلکہ اسلام نے جس جس جرم پر جو جو سزا تجویز کی وہ سوچ سمجھ کر کی' اگر زانی اور زانیہ فحاشی کا ارتکاب کریں تو انہیں کوڑوں کی سزا دینے کا فیصلہ کیا' چور اور چورنی دس درہم کی مقدار چوری کریں تو ان کا دایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور ان سزاؤں سے قبل اسلام نے انسانی سماج و معاشرہ کی اصلاح و تربیت کی پوری کوشش کی ہندو دھرم کی طرح نہیں کہ منو اپنے قانون کی ننگی تلوار انسانوں کے سروں پر لٹکا دے اور انہیں اس پر خطر وادی اور بھیانک سلسلہ سے بچنے کی ترغیب ہی نہ دے۔

وید نے دسیوں کو ڈاکوں کا لقب دیا' پھر ان سے نفرت کا اظہار کیا' لیکن اسلام نے کسی سے نفرت نہیں بلکہ محبت کا درس دیا ہے' اسلام الفت و اخوت کے بیج بوتا ہے' نفرت و حقارت کے کیل کانٹے اکھاڑتا ہے' وہ چاہتا ہے کہ انسانی معاشرہ میں امن و سکون رہے' باہمی اور بھائی چارگی کی کیفیت ختم ہو' وہ کسی قوم اور کسی ذات کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھ کر اس کے بارے میں نفرت پھیلا کر خرمن امن کو خاکستر نہیں کرتا' جس طرح ہندو سماج میں یہ بات بنیادی ہے۔

ہندو مذہب کی تعلیمات نے خالق ارض و سما کو فراموش کر دیا اور ان گنت و بے شمار بتوں کی پوجا پاٹ اور پرستش کا حکم دیا' سورج' آگ' پانی اور ہوا کو سب کچھ سمجھ لیا' الٰہی قوانین سے اغماض و چشم پوشی' اغراض و انحراف کیا جب کہ اسلام نے خالق' مالک' رازق

ذات اللہ تعالیٰ کی توحید کا درس عام کیا' اس کے ماسوا تمام معبودان باطل کے خلاف آواز اٹھائی' معبودان باطل کی بے بسی اور بے کسی کا حال بتایا' ان کے فقر و مسکنت کو عام کر کے حق تعالیٰ کی قہاریت' جباریت اور رزاقیت کو بیان کیا' ہندومت بت پرستی کی تعلیم دیتا ہے' اسلام خدا پرستی کی تعلیم دیتا ہے۔ ہندومت رسوم پرستی کی نشاندہی کرتا ہے' اسلام اخلاق و معاشرتی عمدگیاں اور خوبیاں دے کر انسان کی دنیا و عقبیٰ سنوارنے کا درس دیتا ہے۔

ہندو دھرم ہندوستان کی حدود دار بہ سے باہر نہیں' جب کہ اسلام کا آفتاب دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ضیاء بار اور ضوافگن ہے' داعی اسلام عالمگیر نبی بن کر مبعوث ہوئے' اسلام کی کتاب قرآن مجید عالمگیر کتاب اور دائمی سرمایہ حیات ہے' جس کی سنہری تعلیمات انسان کی فلاح و کامیابی کی ضامن ہیں' جبکہ ہندو مذہب اور اس کی کتاب میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

خلاصہ:

ہندو مذہب کا آغاز ہندوستان میں آریاؤں کے حملہ پر ہوا' ہندوؤں کے دیوی دیوتاؤں کی تعداد ان گنت ہے' شروع میں یہ توحید کے قائل تھے' لیکن رفتہ رفتہ شرکیہ رسومات میں پڑ گئے اور دیوتاؤں کی پرستش شروع کر دی' ہر اک آرزو کی تکمیل کے لیے الگ دیوتا بنایا ہوا تھا' گنگا' اندر' سریا کی پرستش اس لیے کرتے کہ ان کے ساتھ ان کے مفادات وابستہ تھے۔

ہندومت کی مشہور کتابیں جو در حقیقت مختلف قسم کے لٹریچر کا مجموعہ ہے' رگ وید' یجر وید' سام وید اور اتھروید ہیں' ان کے علاوہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں اہم مہابھارت اور رامائن ہیں' جو طربیہ رزمیہ مثنویاں ہیں' مہابھارت میں کوروں اور پانڈوں کی جنگ کے احوال کا ذکر ہے اور ساتھ ہی کچھ قصے بھی ہیں جن میں دنیا کی بے وقعتی اور ناپائیداری اور ظواہر دنیا کی بے ثباتی پر زور دیا گیا ہے' رامائن میں رام کا واقعہ ہے' جو ہندوؤں کا سب سے بڑا گرو تھا۔

ذات اللہ تعالیٰ کی توحید کا درس عام کیا' ہیں کے ماسوا تمام معبودان باطل کے خلاف آواز اٹھائی' معبودان باطل کی بے بسی اور بے کسی کا حال بتایا' ان کے فقر و مسکنت کو عام کر کے حق تعالیٰ کی قہاریت' جباریت اور رزاقیت کو بیدار کیا' ہندومت بت پرستی کی تعلیم دیتا ہے' اسلام خدا پرستی کی تعلیم دیتا ہے۔ ہندومت رسوم پرستی کی نشاندہی کرتا ہے' اسلام اخلاقی و معاشرتی عمدگیاں اور خوبیاں بتا کر انسان کی دنیا و عقبیٰ سنوارنے کا درس دیتا ہے۔

ہندو دھرم ہندوستان کی حدود اربعہ سے باہر نہیں' جب کہ اسلام کا آفتاب دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ضیاء بار اور ضو افگن ہے' داعی اسلام عالمگیر نبی بن کر مبعوث ہوئے' اسلام کی کتاب قرآن مجید عالمگیر کتاب اور دائمی سرمایہ حیات ہے' جس کی سنہری تعلیمات انسان کی فلاح و کامیابی کی ضامن ہیں' جبکہ ہندو مذہب اور اس کی کتاب میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

خلاصہ:

ہندو مذہب کا آغاز ہندوستان میں آریاؤں کے حملہ پر ہوا' ہندوؤں کے دیوی دیوتاؤں کی تعداد ان گنت ہے' شروع میں یہ توحید کے قائل تھے' لیکن رفتہ رفتہ شرکیہ رسومات میں پڑ گئے اور دیوتاؤں کی پرستش شروع کر دی' ہر اک آرزو کی تکمیل کے لیے الگ دیوتا بنایا ہوا تھا' اگنی' اندرا' سریا کی پرستش اس لیے کرتے کہ ان کے ساتھ ان کے مفادات وابستہ تھے۔

ہندومت کی مشہور کتابیں جو درحقیقت مختلف قسم کے لٹریچر کا مجموعہ ہے رگ وید' یجروید' سام وید اور اتھروید ہیں' ان کے علاوہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں اہم مہابھارت اور رامائن ہیں جو رزمیہ منظومیاں ہیں' مہابھارت میں کوروں اور پانڈوں کی جنگ کے احوال کا ذکر ہے اور ساتھ ہی کچھ نصیحتیں بھی ہیں جن میں دنیا کی بے وقعتی اور ناپائیداری اور ظواہر دنیا کی بے ثباتی پر زور دیا گیا ہے' رامائن میں رام کا واقعہ ہے۔ جو ہندوؤں کا سب سے بڑا اگرو تھا۔

ہندو دھرم میں عبادت و ریاضت کے مختلف طرق رائج ہیں، ہندوؤں کی سادہ لوح اکثریت بستیاں چھوڑ چھاڑ کر ویرانیوں میں اپنی اصلاح کے لیے نکل جاتی ہے اور وہاں تنہائی میں عبادت و ریاضت سے اپنی اصلاح کرتے ہیں، ریاضت اور مجاہدے کے عجیب عجیب ڈھونگ رچاتے ہیں، کبھی ایک ٹانگ پر ایستادہ رہتے ہیں اور کبھی کیلوں پر لیٹتے ہیں اور کبھی انگاروں پر چلتے پھرتے ہیں۔

ہندوؤں کے دیوی دیوتاؤں کی کثرت کے باوجود تین بڑے دیوتا ہیں، برھما، شیوا اور وشنو، برھما اس دنیا کا خالق سمجھا جاتا ہے، لیکن باوجود اس نظریے کے اس کو پیدا کرنے کے اختیارات حاصل نہیں ہیں، یہ صرف آغاز کائنات سے متعلق ہے، شیوا کا کام زندگی ختم کرنا اور وشنو سلامتی اور دوام کا دیوتا ہے۔

ویدوں، مہابھارت اور رامائن کے علاوہ اپنشد کے نام سے بھی ہندوؤں کی کچھ تصانیف ہیں، جو حضرت عیسیٰ کی آمد سے 800 سال پہلے کی ہیں، ان میں ہندوؤں کے عقیدہ تناسخ کا ذکر ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد ختم نہیں ہوتا، بلکہ نیا جنم لیتا ہے، نئے جنم میں اس کی جو شکل و صورت ہوگی وہ اس کے سابقہ اعمال کی بدولت ہوگی، اگر اعمال صالح کیے تو اعلیٰ قسم کے انسانوں کے روپ میں جنم لے گا اور اگر اعمال بد کیے تو کسی شودر کے گھر پیدا ہوگا یا پھر کسی جانور کی شکل میں جنم لے گا، چوری کرنے والا مرنے کے بعد جب دوبارہ جنم لے گا تو چوہے کی شکل میں ہوگا اور قاتل شیر کی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے۔

ہندومت میں عورتوں کو کوئی حق حاصل نہیں، عورتوں کے حقوق پر شبخون مارا گیا ہے، ہندو دھرم میں غیر ہندو کے بارے میں نفرت کے بیج بوئے جاتے ہیں۔ جب کہ اسلام انسانوں میں محبت و امن کا داعی ہے، ایسی ذات کی پرستش کا داعی ہے جو انسانی تصورات سے بالا اور اعلیٰ ہے، عورتوں کے حقوق کا محافظ ہے۔ شرک سے بری ہے۔

بدھ مت

بدھ مت حضرت عیسیٰ کی آمد سے قبل شروع ہوا' بدھ مت کے بانی گوتم بدھ شمال ہند کے علاقہ نیپال میں 568 قبل مسیح پیدا ہوئے' گوتم کے والد کا نام شدھودھن تھا' ان کی والدہ کا نام مایا تھا' گوتم کے والد کی دو بیویاں تھیں' لیکن چالیس سال تک شدھودھن کے ہاں اولاد پیدا نہیں ہوئی' جب ان کی بڑی بیگم امید سے ہوئیں تو پورا علاقہ خوشی سے جھوم اٹھا' وہاں کے رواج کے مطابق بیگم کو میکے روانہ کیا گیا' ابھی میکے نہیں پہنچ پائی تھیں کہ راستے میں بلند درختوں کے سائے میں بچہ جنم دیا' بیگم بچہ لے کر میکے پہنچی وہاں پہنچ کر ایک ہفتہ کے اندر وہ فوت ہو گئیں' پھر سوتیلی ماں نے بچہ کی پرورش کی۔

گوتم بدھ کا اصلی نام ساکھ یامنی' سدھارتھ اور ساکیہ سنگھ میں سے ایک رکھا گیا' لیکن بعد میں بدھ کے نام سے مشہور ہوا' بدھ کا معنی بیدار' دانا' روشن' ہوشیار وغیرہ اور اصطلاح میں اس شخص پر بولا جاتا ہے' جس نے معرفت ربانی حاصل کی ہو اور دنیا کے اندھیروں سے باہر نکل آیا ہو۔

گوتم کی پیدائش کے بارے میں تاریخ میں آتا ہے کہ کسی نجومی نے پیشگوئی کی تھی کہ اگر گوتم نے دنیا کا مشاہدہ کر لیا تو وہ تارک الدنیا ہو جائیں گے' اگر یہ نہ ہوا تو دنیا کی بادشاہی ان کا مقدر ہو گا' بدھ کے والد نے یہ پیش گوئی سن کر بچے کو دنیا کے مصائب' مشکلات اور آلام سے بے خبر رکھا' بہت سی تدبیریں اپنائی گئیں' مگر سب بے کار' گوتم ایک مرتبہ ملازم کے ساتھ باہر چلا گیا اور اچانک ایسے حالات پیش آئے جنہوں نے اس کی زندگی کی کایا پلٹ دی' ایک ضعیف العمر کے زار و نحیف جسم پر نگاہ پڑی' جس کی کمر پیرانہ سالی کے باعث جھکی ہوئی تھی اور ایک مریض شدت امراض کے باعث سسک رہا تھا' ایک لاش راستے میں پڑی دیکھی' ایک صاحب فقر کو دیکھا' جس کی ظاہری ڈھیل ڈول بے ہنگم تھی' لیکن اس کی پیشانی پر

امن وسکون ہویدا تھا' خوشی ومسرت سے اس کا چہرہ انار کی طرح کھلا ہوا تھا' اس کے ظاہر میں بے سکونی کے آثار نہیں تھے' جب یہ سارے واقعات ایک ایک کر کے ذہن میں گردش کرنے لگے' تو ذہن میں سوالات ابھرنے لگتے کہ انسانی زندگی کیا ہے؟ اس میں مصائب کیوں؟ پریشانیاں کیوں؟ سوالات کا ایک سلسلہ اس کے دماغ پہ چھا رہا تھا' جو اسے چین سے بیٹھنے نہ دیتا تھا' لیکن وہ ذہن میں اٹھنے والے سوالوں کا زرق برق عمارات' بازاروں کی چہل پہل اور گہما گہمی اور انسانوں کی روز افزوں بڑھتی ہوئی آبادی کے بیچ میں رہ کر حل نہیں نکال سکتا تھا' اس نے آبادیوں کو تج کر ویرانیوں کی جانب رخت سفر باندھا اس نے اپنے تئیں فیصلہ کر لیا عزلت نشین بن کر ویرانیوں میں ان سوالات کے جوابات تلاش کیے جائیں۔

تیئس سال تک سرگرداں رہے' اہل علم سے پوچھتے پچھاتے رہے' مگر کسی نے دل لگتی بات نہیں بتلائی' جس سے اس کی تسلی ہوتی' ہر سمت سے مایوسی کے بعد ویرانی میں مراقبے اور مجاہدے کا آغاز کیا' کھانا اور غذا معمولی سی کر دی' چند دانوں پر مشتمل غذا کھاتا رہا' کچھ دنوں بعد وہ بھی چھوڑ دی' اتنا سخت مجاہدہ کیا کہ مسلسل سات دن ایک درخت کے نیچے بیٹھا رہا' پھر اسے ''عرفان'' کی کیفیت حاصل ہوئی' جس جگہ یہ مقام ملا۔ اسے ''بدھ گیا'' کا نام دیا گیا۔ حضرت عیسیٰؑ کی آمد سے 480 سال قبل وفات پائی' مقام ''عرفان'' تک رسائی کے بعد تبلیغ وتلقین کا سلسلہ تا مرگ جاری رکھا۔

مراقبوں اور مجاہدوں کے دوران گوتم کئی ابتلاؤں میں ڈالا گیا' شیاطین نے اس کے دل میں وسوسے ڈالے' تاکہ جس منزل کی تلاش وجستجو میں وہ سرگرداں ہے اس کو چھوڑ دے پھر دوشیزاؤں کے جمگھٹے نے اسے اپنے حسن وجمال کے تیروں سے گھائل کرنے کی کوشش کی' مگر وہ انہیں یہ کہہ رہا تھا کہ تم بدروح ہو' تم کریہہ المنظر ہو' تم کیڑوں کی خوراک ہو' تم دکھ درد سے بھری ہو' گوتم ان کی کسی چال میں نہ آیا' شیطانوں کا گرو کہنے لگا کہ تو ان ریاضت ومجاہدات کو چھوڑ دے میری اتباع کر' میں سارے جہانوں کا بادشاہ بنا دوں گا' مگر

گوتم تھا کہ اپنی ذہنی الجھنوں کو سلجھانے میں منہمک تھا' اس پر کوئی داؤ نہ چل سکا۔

گوتم جب مقام ''عرفان'' حاصل کر چکا' تو جائے جنم کی طرف لوٹ آیا تاکہ وہاں کے باشندوں کو بھی اطمینان قلب کے نسخہ سے سرشار کیا جائے' پہلے پہل اپنے دوا تالیقوں کی جانب آیا' لیکن وہ اس کی آمد سے قبل دار فانی سے کوچ کر چکے تھے' وہاں سے بنارس کی جانب چلا' بر سر راہ دیرینہ دوستوں سے ملاقات ہوگئی' وہ گوتم سے اس کی رخشاں پیشانی سے سکون و طمانیت چمکتی دیکھ کر دریافت کرنے لگے یہ کس ریاضت کے نتیجہ میں؟ گوتم نے کہا میں تمام اخلاقی و روحانی قوتوں پر قادر ہو چکا ہوں' نفس امارہ کی سرکش اونٹنی کو ذبح کر دیا ہے' اس لیے مجھے ہمیشہ کی راحت نصیب ہوگئی' انہوں نے دریافت کیا' اب کہاں کا ارادہ ہے کہنے لگے اب بسوئے بنارس جا رہا ہوں' اس نے سوال کیا وہاں جانے کی غرض کیا ہے؟ گوتم کہنے لگے' لوگوں کو وہ طریقہ بتانے جا رہا ہوں' جس کو اپنا کر وہ دائمی راحت حاصل کر لیں گے۔ انہوں نے بات ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دی' گوتم بنارس پہنچ گیا۔

گوتم بدھ کا طریقہ وعظ عجیب تھا' ایک مرتبہ ایک عورت کا بچہ بیمار ہو گیا' وہ ہر درویش کے گھر جاتی کہ وہ میرے بچے کے لیے دوا تجویز کریں' ہر درویش و فقیر نے نسخہ تجویز کرنے سے معذرت کر لی' ایک درویش نے کہا کہ میرے پاس دوا نہیں' لیکن ایک درویش بتاتا ہوں وہ اس کو دوا دے گا' اسے گوتم کہتے ہیں' جب وہ گوتم کے پاس پہنچی تو اس نے کہا کہ بچے کی زندگی کے لیے دوا دیتا ہوں' تو جا سرسوں کے دانے لا' لیکن ایسے گھر سے لانا جس گھر کا کوئی آدمی مرا نہ ہو' وہ جہاں جاتی دانے تو ملنے کی سبیل نکلتی مگر دوسری بات ہر گھر کی ایک تھی کہ ہمارے تو اتنے آدمی مر چکے ہیں' جب ہر جگہ سے مایوس ہوگئی تو اسے علم ہوا کہ موت تو ہر کسی کو آنی ہے' گوتم سے ماجرا کہہ سنایا' اس نے اسے بتایا فوراً اس لیے میں نے یہ شرط لگائی تھی کہ انسان کی زندگی فانی ہے' گوتم کے خیالات اس کے دماغ پر مرتسم ہو گئے' وہ فوراً حلقہ

بگوش طاعت ہو گئی' اس طرح کے اور بے شمار واقعات ہیں۔

گوتم کا طریقہ کار:

گوتم کا طرز تبلیغ و وعظ' اصلاح مریدین اور اصلاح درویشان کا طریقہ دوسرے داعیوں سے قدرے مختلف تھا' اس نے اپنے مریدوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہوا تھا' ایک کو درویشی کا لباس پہنا دیا' دوسرا دنیا داروں کا گروہ' دونوں گروہوں کو عام فہم تعلیم دی' درویشوں کے گروہ میں شمولیت کے لیے کڑی شرائط عائد کر رکھی تھیں۔

1- شراب نوشی نہ کرتا ہو۔

2- صبح سویرے اٹھ کر خانقاہ کی جاروب کشی کرنی ہوگی۔

3- رزق کی جستجو میں دربدر کی ٹھوکریں کھانی پڑیں گی۔

4- درویشوں میں شمولیت سے پہلے سر منڈوانا اور نارنجی رنگ کا کپڑا پہننا ہوگا۔

5- کسی متعدی مرض اور دیگر عوارض میں مبتلا نہ ہو۔

6- کسی کا نوکر اور قرض دار نہ ہو۔

7- درویشوں میں شامل ہونے سے پہلے ماں باپ کی اجازت لینی ہوگی۔

8- عیش و عشرت کی زندگی چھوڑ کر سادگی اپنانی ہوگی۔

جب لوگ گوتم کے درویش بن جاتے تو ان کی ڈیوٹی لگائی جاتی کہ وہ علم حاصل کریں' دنیا داروں کو تعلیم دیں اور حصول نجات کے لیے تگ و تاز کریں' ان ارشادات پر درویش پوری طرح عمل پیرا ہوتے تھے' علی الصباح خانقاہ کی صفائی کرتے' پھر کاسہ گدائی لے کے در بدر حصول خوراک کے لیے نکل جاتے' واپسی پر جمع شدہ خوراک گرو کے سامنے رکھ دیتے' پھر تعلیمی مشغولیت شروع ہو جاتی' سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے پھر خانقاہ میں جھاڑو پھیرتے اور خانقاہ روشن کرتے' پھر گوتم کی تعلیمات پر غور و فکر کرنے میں لگ جاتے تھے اور جو دنیا دار تھے' ان کی ذمہ داری تھی کہ وہ درویشوں سے علم حاصل کریں'

گھریلو فرائض ادا کریں اور زاہدوں کے قیام و طعام کا بندوبست کریں۔

بدھ مت کی تعلیمات:

گوتم بدھ نے اپنے پیروکاروں کو مختلف قسم کی تعلیمات دیں ان میں (1) چار مراقبے (2) چار کوششیں (3) چار دینداری کے راستے اور پانچ اخلاقی طاقتیں (5) سات دانشیں (6) آٹھ اعلیٰ طریقے تھے۔

چار مراقبے:

پہلا مراقبہ جسمانی کثافت پر۔

دوسرا مراقبہ پر جوش حس کی پیدا کی ہوئی برائیوں پر۔

تیسرا مراقبہ خیالات کے عدم استقلال پر۔

چوتھا مراقبہ ہستی کی حالتوں پر۔

چار کوششیں:

پہلی کوشش برائیوں کی پیدائش کو روکنے کے لیے۔

دوسری کوشش موجودہ برائیوں کو دور کرنے کے لیے۔

تیسری کوشش غیر موجود نیکی پیدا کرنے کے لیے۔

چوتھی کوشش پیدا کی ہوئی نیکی کو ترقی دینے کے لیے۔

چار دینداری کے راستے:

1- دیندار بننے کی خواہش۔

2- دیندار بننے کے لیے ضروری جدوجہد۔

3- دیندار بننے کے لیے دل کی ضروری تیاری۔

4- دیندار بننے کے لیے تحقیقات۔

پانچ اخلاقی طاقتیں:

1- ایمان
2- تہمت
3- حافظہ
4- تصور
5- الہام

سات دانشیں:

1- ہمت
2- حافظہ
3- تصور
4- تحقیقات کتب مقدس
5- نشاط
6- استراحت
7- سلیم الطبعی

آٹھ اعلیٰ طریقے:

1- صدق وعقیدت
2- صدق ارادت
3- راست گوئی
4- راست بازی
5- حلال روزی
6- عزم صمیم
7- سچی توبہ
8- صادق تصور

گوتم بدھ نے اس اعلیٰ اور ارفع ہشت پہلو راستہ کو دو انتہاؤں تن پروری اور تعذیب نفس کی درمیانی راہ قرار دیا ہے' ان دو حدوں سے الگ رہ کر انسان درمیانی راہ پر چل کر نورازوں تک رسائی کر سکتا ہے اسی کے فیض سے بصیرت علم اور روشنی یعنی نیروان پا سکتا ہے۔(مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ ص 248)

گوتم بدھ کی نصیحتیں:

گوتم بدھ نے دنیاداروں کے لیے اخلاقی نصائح تجویز کیے۔

1- کسی جانور کو قتل نہ کریں۔
2- نہ خود چوری کریں اور نہ کسی کو چرانے دیں۔
3- زنا کاری نہ کریں۔
4- ہر قسم کی دروغ گوئی سے اجتناب کریں۔
5- مسکرات اور نشی اشیاء سے خود بھی پرہیز کریں اور دوسروں سے بھی پرہیز کرائیں۔

والدین اور اولاد کے فرائض:

گوتم نے دنیاداروں کے لیے مختلف ڈیوٹیاں تجویز کیں، والدین کے لیے درج ذیل ڈیوٹیاں ہیں۔

والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو

1- برے کاموں سے بچائیں۔
2- نیکی کرنا سکھائیں۔
3- علوم وفنون کی تعلیم دلائیں۔
4- لڑکوں کے لیے شریف بیویاں اور لڑکیوں کے لیے شریف شوہر تلاش کریں۔
5- ورثہ اور ترکہ دیں۔

اولاد کے فرائض:

1- والدین کی مدد کریں۔
2- ان کے لازمی فرائض خانہ داری ادا کریں۔
3- ان کے مال واسباب کی حفاظت کریں۔

4- ان کے نیک اعمال کی پیروی کریں' تاکہ والدین کے حقیقی جانشین ثابت ہوں۔

5- ان کی وفات کے بعد بھی ان کی یاد تعظیم و تکریم سے کریں۔

شاگرد کے فرائض:

1- شاگرد اپنے اساتذہ کی تعظیم کریں۔

2- ان کے روبرو مودبانہ کھڑے ہوں۔

3- ان کے نائب کی طرح کام کریں۔

4- اس کے حکم کو مانیں۔

5- ان کی حاجات کو رفع کریں۔

6- ان کے پندونصائح اور تعلیم پر پوری توجہ دیں۔

استاذ کے فرائض:

1- شاگردوں کو ایسی تعلیم دے جس سے ان کا علم بڑھے۔

2- اچھی باتیں سکھائے۔

3- انہیں عقل و شعور کی تعلیم دے۔

4- ان کے اور ان کے احباب اور اعزہ و اقارب کے ساتھ شفقت سے پیش آئے۔

5- انہیں خطرہ سے محفوظ رکھے۔

شوہر کے فرائض:

1- بیوی سے عزت کے ساتھ پیش آئے۔

2- اس کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

3- اس پر مہربانی رکھے۔

4- دوسروں سے عزت کرائے۔

5- مناسب کپڑے اور زیورات دے۔

بیوی کے فرائض:

1- امور خانہ داری کو بہتر طور پر سرانجام دے۔
2- خاوند کے رشتہ داروں کی عزت اور مہمان داری کرے۔
3- خاوند کی عدم موجودگی میں اپنی عصمت کی حفاظت کرے۔
4- کفایت شعاری سے کام لے۔
5- تمام کام عقل اور ہوشیاری سے کرے۔

دوستوں کے فرائض:

1- ان کو تحائف اور ہدیہ دے۔
2- شائستگی کے ساتھ بات چیت کرے۔
3- ان کے احترام اور دلچسپی کو بڑھاتا رہے۔
4- برابری کا سلوک کرے۔
5- اپنی خوشی میں ان کو شریک کرے۔
6- دوست کی عدم موجودی میں اس کے مال و اسباب اور گھر بار کی نگرانی کرے۔
7- خطرہ کی حالت میں اس کو پناہ دے۔
8- غربت اور برے دنوں میں اس کا ساتھ دے۔
9- اس کے اہل و عیال کے ساتھ مہربانی سے پیش آئے۔
10- تنہائی میں اس کی حفاظت کرے۔

آقا کے فرائض:

1- ملازمین کی طاقت کے مطابق ان سے کام کروائے۔

-2 ان کو مناسب کھانا اور مزدوری دے۔

-3 لطف و کرم کے ساتھ پیش آئے۔

-4 کاموں میں ان کا ہاتھ بٹائے۔

-5 کبھی کبھی انہیں تعطیل دے دیا کرے۔

ملازمین کے فرائض:

-1 آقا کی دل و جان سے تعظیم کریں' جب آقا آئے تو کھڑے ہو جائیں۔

-2 اس کے استراحت فرمانے کے بعد سونے کو جائیں۔

-3 آقا جو کچھ دے اسی پر قناعت کریں۔

-4 خندہ پیشانی سے ٹھیک ٹھیک کام کریں۔

-5 آقا کو اچھے کلمات سے یاد کریں۔

دنیاداروں کے فرائض:

-1 دنیادار دینداروں کی محبت کے ساتھ اطاعت و عزت کریں۔

-2 ان کی ضرورتوں کو رفع کریں۔

دین داروں کے فرائض:

-1 نیک کاموں کی ہدایت کریں۔

-2 برے کاموں سے روکیں۔

-3 انہیں مذہب کی تعلیم دیں۔

-4 انہیں حقیقی نجات کا راستہ دکھائیں۔

-5 ان کے شکوک رفع کریں۔

-6 ان پر مہربانی کی نظر رکھیں۔

بدھ کی تعلیم کا مرکزی نقطہ خواہشات کا توڑنا ہے اس مذہب کے نزدیک ہر برائی کی جڑ نفسانی خواہشات ہیں۔ "مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ"

بدھ مت اور شرک:

گوتم بدھ کی تعلیمات ہندوستان میں برہمیت کے خلاف ایک تحریک کی شکل میں عام ہوئیں' پاکی اور روحانی اصلاح کی تلقین عوام الناس میں زور پکڑتی گئی' چونکہ گوتم کی تعلیمات عوامی زبان میں تھیں' لیکن مرور وقت کے ساتھ ساتھ یہ سارا سلسلہ رو بہ زوال ہونا شروع ہوا۔

بدھ مت کے آغاز میں بت پرستی شجر ممنوعہ تھی' بنیادی تصورات میں مہاتما بدھ کو ایک خاص نشان کے توسط سے ظاہر کیا جاتا تھا' کھڑاؤں یا خالی تخت سے ان کی موجودگی کا تصور کیا جاتا تھا' رفتہ رفتہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزے نے رنگ پکڑا ہندو مت کے رسم و رواج' عقائد و نظریات کی رنگینی نے بدھ مت کو بھی اپنی شرکیہ رسومات کے حصار میں جکڑ لیا' ہندو نظریات نے گوتم بدھ کی تعلیمات پر برا اثر ڈالا گوتم کے نظریات پر جو نیا رنگ چڑھا اسے انہوں نے "مہایان" کا نام دے دیا جس کا معنی ہے بڑا بوجھ اٹھانے والا' یہ نام اس لیے کہ اس میں بہت سی رسومات اور عقائد کا بوجھ اٹھانے کی صلاحیت تھی' قدیم طریقہ گوتم اتنا بارا اٹھانے کا متحمل نہ تھا' اس لیے اس کا نام "ھنایان" رکھ دیا۔ کم بوجھ اٹھانے والا۔

جس گوتم نے برہمنیت کے خلاف کام کیا' وہی برہمنیت آج بدھ کو اپنے رنگ میں رنگ چکی تھی' گوتم کی اصلاحیں آہستہ آہستہ ختم ہوتی گئیں' برہمنیت کی دیکھا دیکھی بدھ مت میں بت پرستی کا رواج شروع ہو گیا اور یہ سلسلہ ربڑ کی طرح دراز ہوتا چلا گیا' جس طرح ہندو دیوی دیوتاؤں کی کثرت سے پرستش کرتے ہیں اسی طرح بدھ مت کے ایک فرقہ نے بھی دیوی دیوتاؤں کی پوجا شروع کر دی اور بعض نے یہ بھی کہا کہ "خدا بدھ کی صورت میں ظاہر ہوا"۔

بدھ مت میں ایک فرقہ نہایانہ ہے' ان کے ہاں بدھ خدا ہے' ان کے نزدیک بدھ کا علم لامحدود ہے' اس کے اختیارات وسیع ہیں' وہ بدھ کو قادر مطلق اور مختار کل کہتے ہیں' فرقہ مہایانہ نے ہر بدھی کو الوہیت کے مقام پر فائز کر دیا پھر انہیں ماورائی طاقت سمجھ کر حاجت براری کے لیے پکارا جانے لگا' انہیں نافع وضار سمجھا جانے لگا' لیکن یہ ساری باتیں گوتم بدھ کی تعلیمات کے سراسر خلاف تھیں یہ خرافات بدھ مت میں اس وقت شروع ہوئیں جب بعض مصلحین نے یہ کہا کہ بدھ مت میں وسعت ہونی چاہیے' اس میں تمام فرقے شامل ہو سکتے ہیں' اس وسعت و کشادگی کے نظریے نے ہندو اور بدھ کو خلط ملط کر دیا' جس سے ہندوانہ شرکیات بدھ مت میں بھی در آئیں۔

آغاز میں بدھ مت الٰہی تصور سے خالی تھا' اس دھرم کے پیروکار اس تصور کے لیے بے تاب تھے کہ کوئی ہستی ان سے ماوراء ہو جسے وہ اپنا سب کچھ سمجھیں' مہایانہ فرقہ نے ان کی بے تابی محسوس کی' چنانچہ اس نے بعض تبدیلیوں کے ساتھ الٰہیاتی تصور کی بنیاد رکھی' پھر اس نے اس کی تین صورتیں قائم کیں (1) دھرم کایا (2) زمان کایا (3) سمجھوک کایا۔

دھرم کایا۔ اس نے یہ تصور دیا کہ اس دنیا کو فانی و عارضی طور پر وجود ملا ہے اس کا پالنہار پس پردہ موجود ہے' وہ ہمیشہ رہنے والا ہے' وہ غیر فانی ہے۔ وہ حی ہے' لایموت ہے' زمان کایا' یعنی دھرم کایا جو خالق دنیا ہے' جب کبھی پردہ خفاء سے ظاہر ہوتا ہے تو کسی نہ کسی شکل میں متشکل ہو کر ظاہر ہوتا ہے۔ سمجھوک کایا' یہ رحم کی بڑی قوت ہے' یہ بدھ کی خصوصیات میں سے ہے' یہ گوتم بدھ کے وسیلے اس کے پیروکاروں میں کام کرتی ہے' یہی قوت ہے جو بدھوں کی نگران ہے اور محافظ بھی ہے۔ (مذاہب عالم' علامہ عبد البرؒ' کراچی)

بدھ مت کی کتابیں:

آغاز میں گوتم کی تعلیمات کتابی شکل میں نہ تھیں' بلکہ نقل در نقل' سینہ بہ سینہ چلتی تھیں' گوتم نے اپنی تعلیمات کو کبھی لکھنے کا حکم دیا اور نہ اس کے پیروکاروں کے ذہنوں میں یہ

بات آئی' چونکہ بدھ مت کی بنیادی تعلیم کا مقصد اخلاقی و روحانی اصلاح تھا' جو زبانی کلامی اور بذریعہ عمل دوسروں تک پہنچتی تھیں' مہاراجہ اشوک کے دل میں خیال ابھرا' اس نے بدھ مت کو پھیلانے کے لیے جگہ جگہ مقررین و مبلغین روانہ کئے' عبادت گاہیں تعمیر کرائیں' بدھی تعلیمات کو کتبوں کی شکل میں لکھوا کر آویزاں کیا' غیر ممالک میں سفیر بھیج کر بدھ مت کی اشاعت کروائی۔

جب گوتم بدھ فوت ہوا' تو دو سو سال بعد بدھوں کو خیال آیا کہ گوتم کی تعلیمات کو احاطہ تحریر میں لانا چاہیے' چونکہ گوتم کی وفات کے بعد بدھ مت تشتت' اختلاف اور انتشار کا شکار ہو گیا تھا' اب انہیں ایک اور جگہ مزید ایک نظریہ پر اتفاق کرنے کی بشدت ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ اپنے پیش رو کی تعلیمات آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ کر دیں۔ چنانچہ ایک کونسل راج گڑھ کے مقام پر بلائی گئی' وہاں بہت سے اقوال و ارشادات گوتم کو کتابی شکل دی گی۔ لیکن مورخین یہ بات تسلیم نہیں کرتے' وہ اس کتاب کو مشکوک قرار دیتے ہیں۔

بدھ مت کے مختلف فرقوں میں بانت بانت کے نظریئے پھیل چکے تھے' ایک دوسری کونسل مہاراجہ اشوک نے طلب کی اور اس نے اس بات کو محسوس کیا کہ بدھ کی تعلیمات میں غیر مذاہب کی آمیزش ہو گئی ہے' لہٰذا اصل تعلیمات کی جستجو و تلاش کی جائے' پھر فیروز پور میں کنشک کی زیر نگرانی ایک اور کونسل طلب کی گئی یکے بعد دیگرے طلب کی گئی کونسلوں کے اجلاسوں کے فیصلہ کے مطابق بدھ مت کی جو کتابیں مرتب کی گئیں ان کے نام یہ ہیں (1) ستا پادھاما (2) ونایا (3) آبھی دھاما۔

ستا پادھاما میں گوتم بدھ کے اقوال کی شرح ہے اور کہیں کہیں کی امنت کہیں کا روڑا لا کر بعض مصنوعی باتیں ترتیب دی گئی ہیں' ونایا میں وہ ضابطے درج کیے گئے جو پروہتوں کے لیے بدھ نے مقرر کیے تھے اور آبھی دھاما میں بدھ کا دینی فلسفہ اور نفسیات ہے۔ یہ پالی زبان میں تھیں' جو وہاں کی عوامی اور عام فہم زبان تھی۔

بدھ مت کی اشاعت:

بدھ مت اپنی سادگی کی بنا پر پورے ہند میں برق رفتاری سے پھیلا' اس مذہب کے پھیلاؤ کی وجہ یہ تھی کہ ایک تو پالی زبان میں گوتم کی تعلیمات تھیں' جو ہر کہ و مہ سمجھتا تھا' پھر ہر کس و ناکس کے لیے اس مذہب کے دروازے کھلے تھے' اس لیے حضرت عیسیٰؑ کی آمد سے کئی سو سال پہلے پورے ہندوستان میں پھیل چکا تھا' پھر دو بدھی بادشاہوں کنشک اور اشوک کی سرپرستی میں بدھ مت سرکاری مذہب بن گیا۔ انہوں نے سرکاری طور پر اس کی اشاعت و تبلیغ کا انتظام و انصرام کیا۔

بدھ مت ہندوستان سے پھیلتے پھیلتے چین تک جا پہنچا' اہل چین نے گوتم بدھ کی تعلیمات کو [illegible]' گوتم کی تعلیمات کی اشاعت کرنے میں بادشاہ ووٹی کا بہت عمل دخل تھا' اس نے [illegible] کا نام [illegible] دیا' بدھ مت عروج پہ پہنچا' لیکن رفتہ رفتہ تنزل و انحطاط بھی شروع ہو گیا' بدھ مت اپنی سادگی اور [illegible] پالیسی کے باعث مقامی نظریات و عقائد کو اپنے اندر شامل ہونے سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا' نتیجتہً بدھ مت نام ہی کی حد تک رہ جاتا اور مقامی دھرم اس پر غالب آ جاتا۔

بدھ مت اور اسلام:

بدھ مت نے جس سادگی سے اپنے مشن کا آغاز کیا تھا' آہستہ آہستہ وہ سادگی ختم ہوتی چلی گئی' گوتم نے جن تعلیمات کا درس دیا تھا' وہ فراموش کر دی گئیں' ہندوستان میں بدھ کے ماننے والوں نے دیوی دیوتاؤں کی پرستش شروع کر دی' ان سے مرادیں پوری ہونے' مشکلات حل ہونے اور حاجات رفع ہونے کی آرزوئیں کرنے لگے' برہمنیت چونکہ بدھ مت سے خار کھائے بیٹھی تھی' اس نے بدھ مت کو ہضم کرنے اور اپنے میں ضم کرنے کی ٹھان لی' ایک عرصہ سے دونوں مذاہب برسرپیکار اور حریف تھے' لیکن دیکھتے ہی دیکھتے دونوں باہم

یک دگر شیر و شکر ہو گئے' بدھ مت جو بت پرستی سے دور تھے' اب برہمنیت کی دیکھا دیکھی میں بتوں کے پجاری اور زناری بن گئے' بدھ مت کے پیرو ہندوستان سمیت جس ملک میں گئے' بت اپنی بغلوں میں دبا کر گئے' جس ملک میں پہنچتے' بتوں کے مجسمے نصب کرتے' بدھ مت کے زیر سایہ ایسی حکومتیں قائم ہوئیں جن میں اوتاروں کی کثرت اور بت پرستی کا دور دورہ دکھائی دینے لگا' گوتم کے پیروکاروں کی فضا بدل گئی' بدعات اور خرافات ان میں گھر کر گئیں۔

بدھ مت کے پیرووں نے گوتم کی سادہ اخلاقی تعلیمات کو چھوڑ دیا' سحر اور اوہام نے ان تعلیمات کی جگہ لے لی' بدھ مت ہندوستان میں ایک ہزار سال قائم رہا' لیکن بالآخر اس کے عروج و رفعت کا سورج ڈوب گیا۔

علی الرغم اسلام کی تعلیمات شروع سے اب تک اسی نہج پر جاری ہیں' ان میں کوئی گڑبڑ نہیں' اسلام نے پہلے توحید' اخلاق' اصلاح معاشرت' اصلاح انسانیت کا حکم دے کر بعد میں شرک' بت پرستی' کفر' بد اخلاقی' معاشرہ میں فساد و بگاڑ اور انسانیت میں ضلالت و گمراہی کے بیج بونے کا درس نہیں دیا' بلکہ اسلام کی روشنی' اسلام کا آفتاب اسی طرح آج بھی عالمتاب ہے' اسلام کے پیروکار اپنی خواہشات و مرضیات کے مطابق اس میں ردوبدل کے مجاز نہیں اور اسلام جہاں اور جس جگہ رہا' وہ اپنی مثال آپ رہا' کسی دوسرے مذہب نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا' اسلام نے اس عالی ذات کی عبادت کا درس دیا' جو مالک مختار اور علی کل شی قدیر ہے' ارشاد ربانی ہے "هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله" اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو دنیا کے تمام ادیان پر غالب کرنے کے لیے بھیجا' مغلوب ہونے کے لیے نہیں بھیجا۔

گوتم نے ابتدا میں اصلاح نفس کی دعوت دی اور اس پر زور دیا' لیکن بعد والوں نے اس سارے سسٹم کو چھوڑ دیا' جب کہ اسلام نے ایسے اصول مقرر کیے اور ایسے طریقے

بتائے جو نا قابل تسخیر و تبدل ہیں' اسلام نے بتایا کہ نماز بے حیائیوں اور برائیوں سے روکتی ہے' اس سے انسان کے نفس کی اصلاح ہوتی ہے' شروع سے یہ صدا اس طرح مکرر سکرر سنائی دے رہی ہے' اسلام نے تقویٰ اور پرہیزگاری کا حکم دیا' آغاز سے تا ہنوز وہ حکم اسی طرح ہے' مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں تغیر واقع نہیں ہوا۔

گوتم کی تعلیمات کے مطابق سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر عزلت نشینی اختیار کرنے سے مقام عرفان ملتا ہے' یہ تعلیمات غیر فطری طریقوں پر عمل کرنے کی طرف رغبت دلاتی ہیں' جب کہ اسلام فطری طریقہ کے مطابق انسان کو مقام عرفان کی تلاش کی ترغیب دیتا ہے' بدھ مت میں دنیا کو چھوڑنا پڑتا ہے' لیکن اسلام طریقہ کی مخالفت کرتا ہے' داعی اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا'' لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ '' اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ حضرت عثمان بن مظعون کو مخاطب کرکے فرمایا'' إن الله أبدلنا بالرهبانية الحنيفية السمحه '' اللہ نے ہمیں رہبانیت کی بجائے خالص اور آسان ابراہیمی دین عطا فرمایا۔

بدھ مت میں پیٹ بھرنے کے لیے گداگری کی تعلیم دی گئی ہے' اسلام نے اس کی ممانعت فرمائی اور اپنے ہاتھ کی کمائی کو خیر عمل قرار دیا ہے' گوتم نے اپنے ماننے والوں کی اصلاح کی جگہ خانقاہوں کو ٹھہرایا' اسلام میں اس کی پابندی نہیں کہ صرف خانقاہ ہی مخصوص ہو' بلکہ اسلام انسان کی اصلاح ہر جگہ کرنے کے حق میں ہے۔ یہ نہیں کہ خانقاہوں میں تو اصلاح و تربیت ہو اور باہر نہ ہو۔

زرتشت دھرم

زرتشت 660ء قبل مسیح پیدا ہوا اور 583ء میں انتقال ہوا' ایران کے باسی تھے' شہر رے جنم بھومی ہے' والد کا نام پوراشاسپ تھا' پشما خاندان تھا' مجوسی قوم سے تعلق تھا' اپنے زمانہ کے مشہور استاد حکیم برزاگرز سے تعلیم حاصل کی' دس سال کے عرصہ میں بے شمار علوم' گلہ بانی' زراعت' جراحی میں مہارت تامہ حاصل کر لی۔

زرتشت نے عالم شباب میں اپنے آپ کو خدمت خلق کے لیے وقف کر دیا مصائب و مشکلات میں گرفتار' مفلوک الحال لوگوں کی خدمت ان کا مشغلہ خاصہ تھا' والدین کی منشاء اور خواہش کے باوجود آبائی پیشہ راس نہ آیا' زرتشت بلند نصب العین کا طالب اور جویا تھا۔ جستجوئے حق میں سرگرداں ہوا' تیس سال کی عمر میں گھربار چھوڑ کر بیابان میں گوشہ تنہائی ہوا۔

زرتشت نے شبانہ روز کوشش سے توحید کی اشاعت اور شرک و بت پرستی کی مخالفت کی' دس سال مسلسل و پیہم کوشش کے باوجود صرف اس کا چچازاد بھائی ہمنوا ہوا' ان لوگوں نے زرتشت کی تعلیم و تلقین پر کان اس لیے نہیں دھرے کہ وہ لوگ ایک ایسی ذات کو خدا ماننے کے خواہاں تھے' جو آنکھوں سے نظر آئے' کانوں سے اس کی آواز سنی جائے اور ہاتھوں سے اسے چھوا جائے' جب یہاں سے اسے مایوسی ہوئی تو بلخ کے شاہ گشتاشپ سے ملاقات کے لیے روانہ ہو گیا' شاہ کے درباری علماء سے مناظرہ ٹھن گیا' جو مسلسل تین دن اور رات جاری رہا' زرتشت نے کھل کر دلائل سے مزین اپنا موقف بیان کیا اور وقت کے مروجہ نظریات و عقائد کو باطل قرار دے دیا' شاہ نے اس کی بات قبول کر لی' بادشاہ نے جب زرتشت کی باتوں کو تسلیم کر لیا' تو آپ بڑی سرعت و برق رفتاری سے اس کا مذہب بال و پر پھیلانے لگا' دور دراز علاقوں میں مبلغ روانہ کیے' زرتشت نے ایرانی شاہ کے تعاون سے اپنے

مذہب کو پھیلانے کا ارادہ کیا اور اسے ایران و توران تک پہنچانا چاہا' مگر دونوں ملکوں کے حالات مخدوش ہو گئے' نتیجہ یہ نکلا کہ توران کے ایک فوجی نے زرتشت کو چھرا گھونپ کر ڈھیر کر دیا۔

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ زرتشت راسخ العقیدہ موحد تھا' زرتشت کے نزدیک خدا کا نام اہورمزد تھا' اس کا معنی مالک دانا' خدا کے بارے میں زرتشت کے خیالات درست تھے' وہ خدا کو قادر مطلق سمجھتا تھا' اول آخر سمجھتا تھا' وہ خدا کی احدیت کا قائل تھا' وہ کسی جن پری' پریت کو خدا کا ہمسر نہیں مانتا تھا' وہ خدا کے مثل کسی کو نہیں سمجھتا تھا' وہ خدا کو شریک' دوست' ماں' بیوی' اولاد' جگہ' جسم اور جسمانیت سے مبرا سمجھتا تھا۔

اخلاقی تعلیم

زرتشت نے اپنے [illegible] کی اصلاح کی' خیالات کی تقدیس و تطہیر پر زور دیا' اخلاقی تعلیم دی' سچائی اور راستبازی کا حکم [illegible] جھوٹ چھوڑنے کا حکم دیا' ظاہری و باطنی صفائی کا حکم دیا' اقوال و اعمال کی پاکیزگی کی تعلیم دی' مالداروں کو حکم دیا کہ فاضل مال سے دوسروں کی مدد کریں' غیر مذہب کے مستحقین کو دان و خیرات دینا ضروری قرار دیا۔

کتب:

زرتشت کا مذہب حضرت عیسیٰ ؑ کی آمد سے پہلے عروج پر تھا' زرتشت کی وفات کے ڈھائی سو سال بعد سکندر اعظم نے ایران پر دھاوا بول دیا' تخت شراب میں دھت مقدونی فاتح نے پرسی پولس کے کتب خانہ کو نذر آتش کر دیا جہاں ایرانی مذہب زرتشت کی کتب تھیں' زرتشتی علماء جانیں بچانے کے لیے پہاڑوں کے غاروں میں جا گھسے' بعد میں زرتشتی علماء نے اپنے حافظوں کی مدد سے کچھ کتابیں ترتیب دیں۔

ایرانیوں کی پرانی مدونہ کتب کے دو دفتر تھے (1) دساتیر (2) ژند اوستا ان کے پھر

دو حصے ہیں۔(1) خورد اور کلاں دساتیر (2) خورد اوستا' کلاں اوستا پھر اوستا کے پانچ حصے تھے۔(1) پاسنا(2) گاتھا (3) وسپرو (4) وینددیداد (5) یاشت۔ان میں پہلا عبادات سے متعلق ہے' دوسرا مناجات سے متعلق۔

اسلام اور زرتشت:

زرتشت کی ابتدائی تعلیمات تو درست تھیں' لیکن رفتہ رفتہ اس کے پیروکار اصل تعلیمات سے کنارہ کش ہوتے گئے' اس دھرم میں تغیر پیدا ہوا' تحریف کی گئی' جس وجہ سے اس کا بنیادی ڈھانچہ خراب ہو گیا زرتشت کی تعلیمات فراموش کر دی گئیں' ان میں قصے اور کہانیاں شامل کر دی گئیں' حتیٰ کہ اس مذہب کے بانی کے بارے میں بھی پتہ لگانا دشوار ہو گیا کہ وہ کہاں پیدا ہوا؟ اور اس کی دعوت کیا تھی؟ جب کہ اسلام اور اس کی تعلیمات اسی طرح تاباں اور درخشاں ہیں جس طرح داعی اسلام کے قرن مقدس میں تھیں۔

زرتشت دھرم کی کتابیں تباہ ہو گئیں۔کتب خانے جل گئے' کئی سالوں بعد پروہتوں نے اپنی یادداشت کے مطابق انہیں ترتیب دیا اور ان کی یادداشتیں اتنی نہ تھیں کہ ان کی ہر بات الہامی ہے اور سو فیصد درست ہے' لیکن اسلام کی کتاب صحیفہ الٰہی۔قرآن مجید آج بھی مخالفین و معاوندین کو للکارتی ہے کہ مجھ میں شک ہے تو مقابلہ کرو' ردوبدل سے پاک ہوں۔

زرتشت دھرم اہرمن اور ہورمزدا دو خداؤں کا تصور دے رہا ہے' جو اس کے بانی کے تصور کے بھی خلاف ہے' جب کہ اسلام ایک خالق' مالک' رازق جبار و قہار کی پرستش و پوجا کی دعوت دیتا ہے اور اس کی بارگاہ کو ہی سب بارگاہوں سے اعلیٰ اور مقدس قرار دیتا ہے' اس کی ہستی کو اعلیٰ و بالا قرار دیتا ہے۔

زرتشت دھرم نے اللہ کے احکامات سے بغاوت کی' آگ کی پرستش کا حکم جاری کیا' جب کہ اسلام اسی ذات حق کے سامنے جھکنے کی تلقین کرتا ہے۔

یہودی مذہب

حضرت ابراہیم کے دو صاحبزادے تھے' حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ' حضرت اسحاق کے دو بیٹے تھے' ایک کا نام عیص دوسرے کا نام یعقوب' حضرت یعقوب علیہ السلام کے گیارہ بیٹے تھے' بڑے کا نام یہودا تھا اور چھوٹے کا بنیامین' فلسطین میں ایک جگہ کا نام تھا ''یہودیہ'' اس جگہ بن یامین اور یہودا کی نسل آباد ہوئی' جگہ اور حضرت یعقوب کے بڑے لڑکے یہودا کی نسبت سے ان کی نسل کو یہودی کہا جانے لگا' حضرت یعقوبؑ کا لقب اسرائیل تھا' اس لیے ان کی اولاد کو قرآن نے بنی اسرائیل کہا' رفتہ رفتہ یہودی ایک فرقہ مشہور ہو گیا' حضرت موسیٰ اور تمام بنی اسرائیل کے انبیاء کے پیروکاروں کو یہودی کہا جانے لگا سوائے حضرت عیسیٰؑ کے تابعداروں کے۔

یہودی اپنی نسل کے لحاظ سے بنی اسرائیل ہیں' بنی اسرائیل حق تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل تھے اور پھر رب تعالیٰ کے چنیدہ تھے' ارشاد ربانی ہے ''یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِيْنَ'' اے یعقوبؑ کے بیٹو! جو نعمت میں نے تم پر کی ہے اسے یاد کرو اور میں نے تمہیں جہانوں پر فضیلت دی ہے' انہیں اپنے وقت کی تمام دنیا پر فوقیت اور بالاتری حاصل تھی' اللہ کے ہاں ان کا بہت درجہ و مقام تھا' اس کی وجہ یہ نہیں کہ یہ انبیاءؑ کی نسل اور اولاد سے تھے۔ اس لیے یہ برگزیدہ تھے' بلکہ ان کی فضیلت کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت کی دنیا کو اسلام کی دعوت پر انہیں مقرر کیا گیا تھا' لیکن رفتہ رفتہ جب انہوں نے اپنے مشن سے روگردانی کی تو ذلت اور ادبار ان پر ڈال دی گئی۔

حق تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰؑ کو نبوت سے سرفراز اس وقت یہ لوگ شرک و بت پرستی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں سرمار رہے تھے' دیوتاؤں کی پرستش ان کی زندگی کا حصہ تھا' حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو بتایا کہ مجھے کوہ سینا پر خدا سے ہم کلامی کا شرف ملا

ہے اور حق تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو مصریوں کے شکنجے اور ان کی غلامی سے گلو خلاصی کرائیں اور انہیں ایسے ملک کی طرف لے جائیں' جہاں وہ عزت و آبرو اور خوشحالی کی زندگی گزاریں اور حق تعالیٰ کے اوامر کی اتباع میں آزاد و صالح معاشرہ قائم کریں' اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اللہ نے نصرت کا وعدہ بھی کیا ہے' حضرت موسیٰ اپنی تگ و تاز میں کامرانی سے ہمکنار ہوئے۔

بنی اسرائیل میں بے شمار نبی آئے' ان کا دور تقریباً سوا دو سو سال پر مشتمل تھا' ان انبیاء کی سرگرمیوں' محنتوں اور کاوشوں نے بنی اسرائیل کی زندگیوں پر گہرا اثر کیا' ان کی معاشرتی اور سیاسی' معاشی اور اقتصادی زندگیوں کو بدل ڈالا ان کے عقائد و نظریات کو جلا بخشی' حضرت عیسیٰ کی آمد سے قبل ایک نبی آئے جن کا نام عاموس تھا' انہوں نے بیت ایل میں لوگوں کے مجمع عام میں تبلیغ کی' انہیں اعمال صالحہ کی ترغیب اور اعمال بد سے اجتناب کا حکم دیا۔

یہودیوں پر ایک وقت آن پڑا' جب انہیں بابل سے جلاوطن کیا گیا' یہ مایوسی اور ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہو گئے' 540 قبل مسیح میں یسعیاہ ثانی نے انہیں جادۂ حق کی جانب بلایا' یہ وہ دور تھا جب بنی اسرائیل پر افتاد پڑی' چہار سو مایوسیاں چھائی نظر آ رہی تھیں' لیکن انبیاء بنی اسرائیل نے اپنے فرائض منصبی سے سرمو غفلت یا بے اعتنائی نہیں برتی' بلکہ ایسے مخدوش اور ابتر حالات میں جب مخالفین کی طرف سے فلسطین پر تابڑ توڑ حملے ہو رہے تھے انبیاء نے اپنے مشن و منصب کی بات کی۔

586 قبل مسیح میں بنی اسرائیل کو اپنی خود مختار حکومت سے محروم کر دیا گیا جب یہ معاملہ ہوا تو ہر کسی کا دل لرز رہا تھا' مایوسی کے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے' لیکن انبیاء نے مایوسی کے اس دور میں آس و امید کا پیغام دیا' وہ نئے جوش و جذبے سے اپنے مقاصد کے لیے کوشاں ہوئے اور وہ اپنے مشن میں کامیاب رہے اور وہ ہمیشہ بنی اسرائیل کو وہ میثاق

یاد کراتے جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا کہ وہ ہمیشہ اس کے شکر گزار رہیں گے اور وہ جو حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد آنے والے مصلح کے روبرو انہوں نے کیا تھا۔

بنی اسرائیل کے انبیاء نے اس ذہنی خلفشار کو بڑی خندہ پیشانی سے دور کیا اور بتایا کہ بنی اسرائیل پر پریشان کن حالات ان کے اپنے کیے کی سزا ہے انہوں نے میثاق کو توڑا' جس میں انہوں نے کہا تھا کہ ہم ہمیشہ ہمیشہ خدا کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے' اگر تم پھر اس میثاق کی پاسداری کرو' گناہوں سے توبہ کرو' اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو تو اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہوگا اور تمہیں محبوب بنائے گا اور تم سے چھنی گئی مسرتیں اور بہاریں پھر لوٹ آئیں گی' انبیاء کی نئی روشنی سے ان کے حوصلے بلند ہوئے۔

یہودی عقائد:

[illegible] یہودیوں کے عقائد اس طرح بیان کرتا ہے۔

1- یہودی وجود خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ (2) [illegible] رکھتے ہیں۔ (3) ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ رہے گا (4) یہودی دھرم میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں غیر مادی ہونے کا خیال پایا جاتا ہے۔ (5) حق تعالیٰ کی عبادت کے قائل ہیں۔ (6) رسولوں پر ایمان کے قائل ہیں۔ (7) تورات حضرت موسیٰؑ کو کوہ سینا میں دی گئی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ (8) یہودی تورات کو غیر محرف سمجھتے ہیں۔ (9) حق تعالیٰ کو علیم و خبیر سمجھتے ہیں۔ (10) یوم آخرت کی جزا اور سزا کے قائل ہیں۔ (11) موت کے بعد دوسری زندگی کے قائل ہیں۔ (12) حضرت عیسیٰؑ کی آمد کے قائل ہیں۔ (13) مردوں کو زندہ کیا جائے گا اس پر ایمان ہے۔

یہودی ہفتے کے دن کو بہت اہمیت دیتے ہیں' اس دن کو بڑی فضیلت مانتے ہیں اور راسخ العقیدہ یہودی اس دن خوب عبادت اور مراقبے کرتے ہیں اس دن دنیوی کام کاج نہیں کرتے' گویا کہ یوم السبت بھی ان کے عقیدہ میں شامل ہو گیا۔

یہودیوں کی تعلیمات عہد عتیق کے مطابق ہر نبی پیام توحید لے کر آتا ہے اور

دین کی اساس ہی توحید پر ہے' خداوند تعالیٰ مہذب ہے اور تمام زمین کے اوپر بادشاہ عظیم ہے' خدا تعالیٰ آسمان سے دیکھتا ہے اور تمام بنی آدم پر نگاہ رکھتا ہے خداوند تعالیٰ' خداوند کا تخت آسمان پر ہے' اس کی آنکھیں دیکھتی ہیں' اس کی پلکیں بنی آدم کو آزماتی ہیں' علماء یہود ہر وقت خدا کا نام لینے میں اس کی ہتک اور بے ادبی تصور کرتے ہیں' اس لیے انہوں نے یہ سزا تجویز کی جو خدا کا نام لے گا اسے سنگسار کیا جائے گا۔ غیر یہودی کی سزا قتل ہے' یہود کا خدا قومی خدا ہے' ہر جگہ اللہ کو خداوند اسرائیل کے نام سے پکارا ہے' یہود کے ہاں خدا کا تصور یہ ہے کہ وہ ایک ہستی ہے' جو انسان کی سرکشی اور بغاوت کی وجہ سے آپے سے باہر ہو جاتا ہے' پھر غصہ میں آ کر ایک قوم بلکہ اس کے ساتھ چرند پرند اور حیوانات کو بھی ہلاکت کی بھٹی میں جھونک دیتا ہے' یہ فعل گذرنے کے بعد وہ دل گیر ہوتا ہے اور پچھتاتا بھی ہے۔

فرشتوں کے بارے میں یہودی موقف یہ ہے کہ وہ خداوند خدا کے بیٹے قدوسی اور پاک ہیں' خدا کا لشکر ہیں' خدا کے مشاورتی ہیں' خدا کی مرضی انسان پر ظاہر کرتے ہیں' خدا کی مرضی پر چلتے ہیں' خدا کے حکم کا نفاذ کرتے ہیں' خدا کے انصاف کو نافذ کرتے ہیں' بعض فرشتوں کو برے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

یہودیوں کی کتب:

یہودیوں کی یوں تو چھوٹی موٹی بے شمار کتب ہیں ان میں سب سے اہم اور مشہور بائبل ہے' بائبل دو حصوں پر مشتمل ہے' ایک کو عہد نامہ عتیق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور دوسرے کو عہد نامہ جدید کے نام سے' یہودی عہد نامہ عتیق کے قائل ہیں اور عیسائی عہد نامہ جدید کو مانتے ہیں' ان کا خیال ہے کہ عہد نامہ عتیق منسوخ ہو چکا ہے اور عہد نامہ جدید اس کا ناسخ ہے۔

بائبل ہو یا کوئی اور کتاب' اس کا نام عہد نامہ عتیق ہو یا عہد نامہ جدید سب منسوخ ہو چکی ہیں' یہودیوں کا بائبل پر فخر و ناز اور عیسائیوں کا انجیل پہ فخر و ناز بے سود ہے' اس لیے کہ ان کی اصل شکل ہی بدل گئی ہے' ان کے احکامات بدل گئے ہیں' ان میں من گھڑت باتیں

شامل کردی گئی ہیں' بائبل کی بعض عبارات کو سامنے رکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ الٰہی کلام نہیں رہا' بلکہ انسانوں کی خود ساختہ باتیں اس میں در آئی ہیں' مکذوبات اور افترآت اور تضادات کے مجموعے دیکھ کر عقل انسانی حیران ہو جاتی ہے۔

عہدنامہ عتیق کئی کتب کا مجموعہ ہے' ان میں تورات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے' اس میں پانچ کتابیں ہیں (1) پیدائش (2) خروج (3) احبار (4) گنتی (5) استثناء۔

اسی طرح پرانے انبیاء کی کتب کے نام پر بھی چند کتابیں ہیں۔ (1) یشوع (2) قاضیوں (3) ایک سموئیل (4) دوسموائیل (5) ایک سلاطین (6) دوسلاطین

متبرک تحریرات کے نام پر بعض کتب ہیں (1) رتھ (2) ایک تواریخ (3) دو تواریخ (4) عزرا (5) نحمیاہ (6) استر (7) ایوب (8) زبور (9) امثال (10) سلیمان کی کتاب (11) غزلیات سلیمان (12) نوحہ یرمیاہ (13) دانیال۔

بعد کے انبیاء کی کتب کے نام سے یسعیاہ یرمیاہ اور حزقیل کی کتب کے نام آتے ہیں' اسی طرح چھوٹے انبیاء کی کتب کے نام سے ہوسیا' جولی' آموس' عبدیا' یونس' مسیکاہ' نحوم' حبقوق' صفینہ' ہگائی' زکریا اور ملاکی کتاب مشہور ہیں' اگر یہودیوں کی کتابوں کا شمار کیا جائے تو ان گنت کتب سامنے آتی ہیں' جن میں ہر قسم کی رطب دیابس باتیں ملادی گئی ہیں۔

بائبل اپنے خلاف:

بائبل میں متضاد باتیں بیان کی گئی ہیں' یقینی بات ہے کہ یہ یہودیوں کی دسیسہ کاری ہے' جنھوں نے اپنی خواہشات پروان چڑھانے کے لیے بے شمار باتیں اس میں شامل کردیں' کتاب پیدائش میں ایک جگہ لکھا ہے کہ "آدم کو کہا گیا کہ جس دن تو نیک و بد کے درخت سے پھل کھائے گا تو ضرور مرے گا" اس کتاب پیدائش میں دوسرے مقام پر یوں ہے کہ "آدم پھل کھانے کے بعد 930 برس جیتا رہا" ایک جگہ یوں ہے "انسان کو خدا نے حیوانات پیدا کرنے کے بعد بنایا" دوسری جگہ لکھا ہے "خدا نے آدم کے پاس جانور بنا

کر بیٹھے "گویا آدم پہلے اور جانور بعد" ایک جگہ یوں ہے کہ "سلح ارفکسد کا بیٹا تھا" دوسری جگہ اس کے خلاف یوں لکھا ہے کہ "سلح ارفکسد کا پوتا تھا" ایک جگہ یوں ہے کہ "کشتی نوح میں سات سات نر و مادہ تھے" دوسری جگہ ہے کہ "سب جانوروں کے جوڑے جوڑے سوار تھے"۔

بائبل کی کتاب پیدائش کی روشنی میں ایک جگہ پتہ چلتا ہے کہ "خدا پچھتاتا ہے" دوسری جگہ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ "خدا پچھتاتا نہیں ہے" ایک جگہ ہے "خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا" دوسری جگہ ہے "خدا انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا" کتاب خروج میں ہے کہ "فرشتہ وغیرہ کی تصویر نہ بناؤ" دوسری جگہ اسی کتاب میں تصویر بنانے کا ذکر موجود ہے' ایک جگہ یوں ہے کہ اسرائیل کے بزرگوں نے خدا کو دیکھا دوسری جگہ اس کے برعکس ہے' ایک جگہ یوں ہے' ساتویں دن خدا نے آرام کیا اور تازہ دم ہوا' دوسری جگہ ہے خدا تھکتا نہیں اور ماندہ نہیں ہوتا' موسیٰ کے بارے میں ہے کہ وہ روئے زمین پر سب سے زیادہ حلیم تھے' دوسری جگہ ہے کہ وہ ایسے تھے انہوں نے تمام بچوں' مردوں اور عورتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا (گنتی) کتاب خروج میں ہے' خدا اندھیرے میں رہتا ہے' دوسری جگہ ہے' خدا نور میں رہتا ہے' اس طرح کی بے شمار باتیں ہیں' جن سے بائبل خود اختلاف کرتی ہے' ایک جگہ کچھ کہتی ہے اور دوسری جگہ کچھ کہتی ہے۔

بائبل میں تحریف:

بائبل کو ماننے والوں نے بائبل میں تحریف کر ڈالی' وہ اپنی اصلی حالت میں نہیں رہی' مسیحی عالم بلیک لکھتے ہیں "جو بات یقینی ہے' وہ یہ ہے کہ چوتھی صدی کے درمیان میں بائبل کا لاطینی نسخہ نہایت ہی پراگندہ حالت میں تھا اور یہ مضامین کی پراگندگی یونانی نسخے سے مقتبس ہونے کی وجہ سے اور نیز اصلاحوں کی تبدیلی کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی اور یہ اختلافات قائم رہے یہاں تک کہ پرانے لاطینی نسخہ کی جگہ جیروم کا اصلاح شدہ نسخہ جو 383ء سے 400ء کے درمیان زمانہ کے پوپ ڈیمیسس کے حکم سے تیار کیا گیا تھا' عیسائیوں میں رائج کیا

گیا"(انسائیکلو پیڈیا ببلیکا)

نیز لکھا ہے "عہد نامہ قدیم عیسائیوں نے عیسائیوں کی خاطر لکھا تھا' علاوہ ازیں یونانی میں یونانی بولنے والوں کے لیے لکھا گیا تھا اور طرز تحریر اس وقت کے رائج طرز تحریر کے مطابق تھا' یونانی بولنے والے گرجا کے تاریخی تسلسل میں کوئی حقیقی فرق نہ پڑا' اس لیے ہم میں سے تحریر کی کوئی مذہبی تقدس نہیں رکھتا تھا' اس لیے جہاں کہیں تبدیلیوں اور زیادتیوں سے مضمون میں اصلاح کی امید کی جاتی تھی وہاں تبدیلیاں اور زیادتیاں دلیری سے کر دی جاتی تھیں۔ (انسائیکلو پیڈیا ببلیکا)

اگرچہ اسفار موسیٰ خود حضرت موسیٰ کی تصنیف بتائی جاتی ہے' لیکن تحقیق جدید کی رو سے ان کے قریباً اٹھائیس ماخذ تسلیم کیے گئے ہیں"(انسائیکلو پیڈیا جیوئش)

غرض [illegible] کی تاریخ اٹھا لی جائے کسی ایک نے بھی بائبل اور اس سے ملحق جتنی کتب ہیں کسی کے حق میں [illegible] مستند ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے' تو سب اس کے قائل ہیں کہ بائبل خارجی مداخلت اور تحریف سے محفوظ نہیں رہی بلکہ اس میں ضرور کچھ نہ کچھ گڑ بڑ کر دی گئی ہے؟

تعلیمات کتب یہود:

یہودی کتب میں انبیاء کی ابتدائی تعلیمات کی عمدہ نقشہ کشی کی گئی ہے' مگر مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ لوگوں کے غلط سلط خیالات سے یہ مذہب مکدر اور دھندلا ہو گیا' عہد عتیق میں اللہ تعالیٰ کے بے شمار صفاتی اسماء کا ذکر کیا گیا ہے' بائبل نے غیر اللہ کی پوجا پرستش کی سخت ممانعت کی ہے کتاب خروج میں ہے "میرے حضور تیرے لیے دوسرا خدا نہ ہووے" اسی طرح زبور میں ہے "خداوند تعالیٰ مہیب ہے وہ تمام زمین کے اوپر بادشاہ عظیم ہے" کتاب سلاطین میں ہے "میں نے خداوند کو اس کی کرسی پر بیٹھے دیکھا اور سارا آسمانی لشکر اس کے پاس اس کے داہنے ہاتھ اور اس کے بائیں ہاتھ کھڑا تھا" اسی طرح زبور میں

ہے "خداوند آسمان پر سے دیکھتا ہے' وہ سارے بنی آدم پر نگاہ کرتا ہے وہ اپنی سکونت کے مقام سے زمین کے سب باشندوں کو تاکتا ہے"۔

زبور میں ہے "خداوند کا تخت آسمان پر ہے' اس کی آنکھیں دیکھتی ہیں' اس کی پلکیں بنی آدم کو آزماتی ہیں" کتاب خروج میں ہے "تو خداوند اپنے خدا کا نام بے فائدہ مت لے' کیونکہ جو اس کا نام بے فائدہ لیتا ہے' خداوند اسے بے گناہ نہ ٹھہرائے گا"۔

بائبل میں حق تعالیٰ کو چھ ہزار آٹھ سو تئیس مرتبہ یہودہ کہا گیا ہے' یہودی حق تعالیٰ کو یہودہ کے نام سے پکارتے ہیں' مگر اللہ تعالیٰ کے اصل نام سے وہ آگاہ نہیں ہیں' انہیں تلفظ کا علم ہی نہیں کہ یہ تلفظ یہودہ ہے' یہو ہے یا کچھ اور' حالانکہ ان کی کتاب میں بکثرت یہی مذکورہ نام آتا ہے' یہودی تلاوت نہ کرنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا نام بھول گئے اور وہ باہم ایک دوسرے سے نام کے بارے میں مختلف ہیں۔

بائبل کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہودیوں نے خدا کی حیثیت پورے عالم کی بجائے اپنی قوم کے لیے مخصوص کر رکھی تھی۔ وہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ کو خداوند اسرائیل سے یاد کرتے تھے' کتاب سلاطین کی عبادت سے پتہ چلتا ہے "اے خداوند اسرائیل کے خدا تجھ سا کوئی خدا نہ اوپر آسمان میں ہے' نہ نیچے زمین میں' جو کہ اپنے بندوں کے لیے جو تیرے آگے اپنے سارے دلوں سے چلتے پھرتے ہیں اپنے عہد کو اور اپنی رحمت کو نگاہ رکھتا ہے"۔

کتاب سموئیل دوم میں ہے "تیرے سوا جہاں تک کہ ہم نے اپنے کانوں سے سنا کوئی خدا نہیں اور دنیا میں تیری قوم اسرائیل کے مانند ایک قوم کون ہے کہ جس کے بچانے کو خدا آپ گیا' تاکہ اسے اپنی قوم آپ بنائے"۔

یہودیوں کے ہاں خدا ایک غصیلی ذات کا نام ہے' کتاب خروج میں انہوں نے خدا تعالیٰ کا یوں نقشہ پیش کیا ہے "حضرت موسیٰ کے وقت میں فرعون کے پلوٹھے سے لے کر جانوروں تک کے پلوٹھے مار ڈالے"۔

حضرت موسیٰ کے دس احکام:

یہود کی کتاب خروج میں شریعت کے دس احکام کا ذکر یوں ہے "تو اپنے ماں باپ کو عزت دے' تاکہ تیری عمر اس زمین پر جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے دراز ہووے' تو خون مت کر' تو زنا مت کر' تو چوری مت کر' تو اپنے پڑوسی پر جھوٹی گواہی نہ دے' تو اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ مت کر' تو اپنے پڑوسی کی جورو' اس کے غلام' اس کی لونڈی' اس کے بیل' اس کے گدھے اور اس کی کسی چیز کا جو تیرے پڑوسی کی ہے' لالچ مت کر"۔

کتب یہود کے بعض ظالمانہ احکام:

بائبل میں بعض ظالمانہ احکام بھی ہیں' کتاب خروج میں غلام اور لونڈیوں کے بارے میں لکھا ہوا ہے "اگر کوئی اپنے غلام یا لونڈی کو لاٹھیاں مارے اور وہ مار کھاتے ہوئے مر جائے تو اسے سزا دی جائے' لیکن اگر وہ ایک دن یا دو دن جیتا رہے تو اسے سزا نہ دی جائے' اس لیے کہ وہ اس کا مال ہے" اسی طرح ہے "مرد یا عورت جس کا یار دیو ہے یا جادوگر ہے تو دونوں قتل کیے جاویں' چاہیے کہ تم ان پر پتھراؤ کرو اور ان کا خون انہی پر ہو" اسی طرح لکھا ہے "تو جادوگروں کو جینے مت دو"۔

دوران جنگ جو قیدی گرفتار ہو کر آئیں ان کے بارے میں بائبل کے ریمارکس یہ ہیں "جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دیوے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر' لیکن ان قوموں کے شہروں میں جنہیں خداوند تیرا خدا تیری میراث کر دیتا ہے' کسی چیز کو جو سانس لیتی ہے' جیتا نہ چھوڑیو"۔ (استثناء)

گنتی میں ہے "سو تم ان بچوں کو جو لڑکے ہیں سب کو قتل کرو اور ہر ایک عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف ہو چکی ہو' جان سے مارو' لیکن وہ لڑکیاں جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں ان کو اپنے لیے زندہ رکھو"۔

بائبل کی بے ہودہ باتیں:

یہودیوں کی بائبل کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہودیت کجروی اور گمراہی کے مہیب غاروں میں کبھی سے گر چکی ہے اور یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے منزل نہیں' بلکہ انسانوں کی خانہ ساز باتیں ہیں' بائبل نے عام لوگوں کو تو کیا حضرات انبیاء کو بھی معاف نہیں کیا بائبل نے رشد و ہدایت عام کرنے کی بجائے گمراہی اور ضلالت کو عام کیا' اخلاقی تعلیمات کی بجائے رذائل کو عام کیا' محمود باتوں کی بجائے مذموم باتوں کو عام کیا' حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں کتاب پیدائش میں یوں لکھا ہے

"اور نوح کاشت کاری کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا' اس نے اس کی مے پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرہ میں برہنہ ہو گیا"۔

اسی کتاب پیدائش میں حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں یہ ہرزہ سرائی کی گئی ہے "اور لوط ضغر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اور اس کی دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں' کیونکہ اسے ضغر میں بستے ڈر لگا اور وہ اس کی دونوں بیٹیاں غار میں رہنے لگیں تب پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے' ہم اپنے باپ کو مے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں' تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں' سو انہوں نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی اور دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی آ کہ آج بھی ہم اس کو مے پلائیں اور تو بھی اس سے جا کر ہم آغوش ہو تاکہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں' سو اس رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی' سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں اور بڑی کے ایک بیٹا پیدا ہوا اور اس نے اس کا نام موآب رکھا' وہی موآبیوں کا باپ ہے' جو اب تک موجود ہیں اور چھوٹی کے بھی ایک بیٹا پیدا

ہوا اور اس کا نام بن عمی رکھا، وہی بنی عمون کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں"۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں سموئیل دوم میں رونگٹے کھڑے کر دینے والی عبادت دیکھیے "اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر [illegible] اور چھت پر سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی، تب داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کا حال دریافت کیا اور اسے بلایا، وہ اس کے پاس آئی اور اس نے اس سے صحبت کی، پھر وہ اپنے گھر کو چلی گئی اور وہ عورت حاملہ ہو گئی سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں"۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں کتاب سلاطین میں یوں لکھا ہے "اور سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں سے یعنی موآبی، عمونی، ادومی، [illegible] کرنے لگا، یہ ان قوموں سے تھیں جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم ان کے [illegible] کیونکہ وہ ضرور تمہارے دلوں کو اپنے دیوتاؤں کی طرف مائل کر لیں گی، سلیمان [illegible] کے عشق کا دم بھرنے لگا اور اس کے پاس سات سو شہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں (لونڈیاں) تھیں اور اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا، جیسا کہ اس کے باپ داؤد کا دل تھا، کیونکہ سلیمان صیدانیوں کی دیوی عتارات اور عمونیاں کی نفرتی ملکوم کی پیروی کرنے لگا اور سلیمان نے خداوند کے آگے بدی کی اور اس نے خدا کی پوری پیروی نہ کی، جیسی اس کے باپ داؤد نے کی"۔

فرقہ بندیاں:

حضرت رحمت دو عالم ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق بنی اسرائیل 72 فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے ان میں سے حضرت عیسیٰ کے زمانہ تک کچھ مشہور فرقے یہ تھے (1) اسارابعز، یہ اچھوت اور فقیرانہ زندگی گزارنے والے لوگ تھے (2) سنی اس فرقہ کے لوگ

تنہائی پسند تھے کوئی جائیداد پراپرٹی نہ تھی' ان سب کے اموال مشترک تھے' یہودیوں کی عبادت گاہوں اور مراسم سے دور دور رہتے تھے (3) ناسٹکس' اس فرقہ کے لوگوں کے ہاں علم ہی ناجی ہے' اسی سے نجات ہوگی' ایمان بے سود ہے (4) کارائٹز' یہ لوگ لکیر کے فقیر تھے' توریت کے احکام پر سختی سے عمل پیرا تھے (5) فریسی' یہ لوگ حیات بعد الموت اور جزاء سزا کے قائل تھے' زہد و عبادت سے سرشار رہتے تھے۔ (6) صدوقی' یہ فرقہ حق تعالیٰ کو بنی اسرائیل کا قومی خدا مانتا تھا۔

یہودی مذہبی طور پر بھی فرقوں میں تقسیم ہیں' لیکن ایک چیز ان میں قدر مشترک ہے کہ حضرت موسیٰؑ ' حضرت ہارونؑ اور حضرت یوشعؑ پر ایمان کو ضروری خیال کرتے ہیں' بنی اسرائل کے تمام انبیاء کی قدر کرتے ہیں' لیکن ان میں سے بعض فرقے اس بات کا اقرار نہیں کرتے۔

یہودیوں میں ایک عنانیہ فرقہ ہے' جو عنان بن داؤد کی طرف اپنی نسبت کرتا ہے' عنانیہ فرقہ نہ ہی حضرت عیسیٰؑ کو خدا مانتا ہے' نہ ہی ان کی توہین کرتا ہے'' یہ فرقہ حضرت عیسیٰؑ کو ولی اللہ مانتا ہے' اس کے ہاں حضرت عیسیٰؑ موسیٰ کی تصدیق کے لیے تشریف لائے تھے۔

عیسیویہ فرقہ یہ ابو عیسیٰ بن یعقوب اصفہانی کے پیروکار ہیں' ان کے نزدیک حضرت محمد ﷺ عالمگیر نبی نہیں بلکہ صرف عربوں کے نبی تھے' یہ حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق کرتے ہیں۔

سامریہ۔ اس فرقہ کے لوگ حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ ہی کو اللہ کا نبی مانتے ہیں۔

یہودی رسومات و تقریبات:

بنی اسرائیل میں قربانی کا طریقہ ہوتا تھا کہ ذبیحہ آگ میں جلایا جاتا تھا' ان کا نظریہ یہ تھا کہ ذبیحہ اللہ کے سامنے سے گزارا جائے' اللہ کے جلال اور رعب کے سامنے وہ بخارات بن کر اوپر اڑ جائے گا' اس قربانی میں انسان کا کوئی حصہ نہ تھا' ان کے ہاں قربانی کا

جانور بے عیب اور نر ہوتا تھا اور معبد کے سامنے جلایا جاتا تھا' تا کہ خدا کے سامنے ہو۔

اگر کوئی شخص نذر کی قربانی لائے تو میدہ کی ہو' اس پر تیل ڈالے' اس پر لوبان رکھے' کاہن اس میں سے مٹھی بھر کر اسے مذبح پر جلائے' یہ خوشبودار قربانی اللہ تعالیٰ کے لیے ہوگی' جو اس نذر میں باقی بچے وہ کاہن کا ہے' اگر نذر کی قربانی تنور کی پکی ہوئی ہو تو تیل میں ملے ہوئے میدے کے فطیری کلچے اور فطیری چپاتیاں تیل سے چپڑی ہوئی ہوں گی۔ اس طرح یہودیوں کی بے شمار دوسری تقریبات اور رسومات ہیں۔

پہلے مہینے کی چودہ تاریخ کی شام کو عید فصح مناتے ہیں اور اس ماہ کی پندرہ تاریخ کو عید فطیر مناتے ہیں اور سات دن تک فطیری روٹی کھاتے ہیں' پہلے دن مقدس محفل ہوتی ہے' کوئی یہودی غلامانہ کام نہیں کر سکتا' سات دن تک خدا تعالیٰ کے لیے آتشیں قربانی کی جاتی ہے۔

[illegible] عید [illegible] اور نوروز کے نام سے تہوار مناتے تھے نرسنگے بجائے جاتے تھے اور مقدس [illegible] کے دسویں روز ان کے ہاں یوم کفارہ تھا' جو یہودیوں کی نفس کشی کا دن تھا' جو نفس کشی نہیں کرتا تھا' وہ یہودی امت سے نہیں سمجھا جاتا تھا۔

یہودیوں پر خدا کی پھٹکار:

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے بارے میں مختلف مقامات پر ذکر کیا ہے' ایک جگہ آتا ہے کہ "وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ" "یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں" ایک مقام پر ہے کہ یہودی کہتے ہیں ہم جنت میں جائیں گے' لیکن اقوام عالم میں یہودی بدقسمت اور بدترین قوم ہے' جس نے اپنے محسنوں کی احسان فراموشی کی ہے' من وسلویٰ جیسی نعمتیں انہیں ملیں انہوں نے ناشکری کی' ساگ' دال اور سبزیات جیسی مشقت طلب روزی انہیں دی گئی۔

پھر حق تعالیٰ کے فرستادوں کے ساتھ انہوں نے بد اخلاقی اور بدسلوکی کی' اللہ

تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ" (البقرہ)

اور ذلت وخواری ان پر مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گھر گئے' اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرنے لگے اور اللہ کے پیغمبروں کو بلاوجہ قتل کرنے لگے' یہ سبب تھا ان کی نافرمانیوں کا اور اس بات کا کہ وہ حدوں سے تجاوز کرتے جاتے تھے۔

یہودیوں نے انبیاء کو ناحق قتل کیا' نعمت خداوندی کا تمسخر اڑایا' بات بات کا انکار اور بات بات پر اعتراض کیا اور خود بائبل نے جو انکشاف کیا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمایئے "حضرت سلیمان کے بعد جب بنی اسرائیل کی سلطنت تقسیم ہو کر دو ریاستوں میں بٹ گئی' تو ان میں باہم لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ یہودیہ کی ریاست نے اپنے ہی بھائیوں کے خلاف دمشق کی آرامی سلطنت سے مدد مانگی اس پر خدا کے حکم سے حنانی نبی نے یہودیہ کے فرماں روا آسا کو سخت تنبیہ کی مگر آسا نے اس تنبیہ کو قبول کرنے کی بجائے خدا کے پیغمبر کو جیل بھیج دیا"۔

حضرت الیاسؑ نے یہودیوں کو بعل کی پرستش سے روکا اور خدا کی توحید کی طرف انہیں بلایا' تو اسرائیلی بادشاہ اپنی مشرک بیوی کی خاطر آپؑ کا دشمن بن گیا' یہاں تک کہ حضرت الیاسؑ کو جزیرہ نمائے سینا کی پہاڑیوں میں پناہ لینا پڑی" حضرت میکایاہ نبی کو حق گوئی کے جرم کی پاداش میں جیل بھیج دیا گیا" کتاب تواریخ میں یوں لکھا ہے "یہودیہ کی ریاست میں اعلانیہ بت پرستی اور بدکاری ہونے لگی' تو ذکریا نبی نے اس کے خلاف آواز بلند کی' تو شاہ یہوداہ یوآس کے حکم سے انہیں عین ہیکل سلیمانی میں مقدس اور قربان گاہ کے درمیان سنگسار کر دیا گیا۔ (تواریخ)

اور بھی اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں جو ان احسان فراموشی کرنے والے

ناعاقبت اندیش یہودیوں کے ماتھے پہ کلنک کے داغ سے کم نہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں بار بار اپنی عطاء کردہ نعمتوں کا شکرادا کرنے کا حکم دیا مگر جوں جوں حق تعالیٰ انہیں ڈھیل دیتے گئے وہ مزید سرکشی دکھاتے گئے یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے قیامت تک ان پر ذلت اورادبار مسلط کر دیا یہ ہمیشہ ذلیل خوار رہیں گے ساری دنیا کی دولت وثروت کے مالک بن جائیں مگر وہ مقہوراور ذلیل رہیں گے اس لیے کہ ان پر خلاق عالم نے ذلت مسلط کی۔

اسلام اور یہودیت:

یہودیت اور اسلام میں بنیادی طور پر فرق نہیں تھا۔ اللہ کی وحدانیت کا درس دونوں میں مشترک تھا، مگر یہودیوں کی بدقسمتی کہ انہوں نے توحید کو چھوڑ دیا اور حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا مانا یہودی خدا کی نعمتوں کا انکار کرتے رہے جبکہ اسلام ہر وقت نعمت الٰہی کی شکر گزاری کی دعوت دیتا ہے اسلام کی الہامی کتاب تحریفات سے مبرا ہے جب کہ یہودیوں نے اپنی کتابوں میں من پسند باتیں شامل کردی ہیں۔

اسلام تمام انبیاء کو مقدس اور مبارک سمجھتا ہے جب کہ یہودی مذہب کے فرقے حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کے علاوہ کسی کو تسلیم ہی نہیں کرتے یہودیوں نے انبیاء پر بے ہودہ الزام تراشیاں کیں جب کہ اسلام کے ہاں انبیاء معصوم ہوتے ہیں وہ خرافات سے دور ہوتے ہیں گناہ نہیں کرتے یہودیوں نے حضرت لوطؑ پر الزام لگایا حضرت داؤد وسلیمانؑ پر الزام لگایا جب کہ اسلام نے انہیں سچا نبی قرار دیا۔

یہودیوں کی تعلیمات ظلم پر مبنی ہیں جبکہ اسلام کی تعلیمات امن والی ہیں یہود بداخلاقی اور سماج میں نفرت کے بیج بوتے ہیں اور اسلام سماج ومعاشرہ کو امن کا گہوارہ بنانے کا درس دیتا ہے یہودی حضرت نبی اکرم ﷺ کو نبی ماننے کے باوجود علاقائی نبی مانتے ہیں جبکہ اسلام آپ کو عالمگیر نبی مانتا ہے یہودی اپنے انبیاء کی باتوں پر عمل نہیں کرتے جب کہ اسلام کو ماننے والے اپنے نبی کی ایک ایک بات کو دل وجان سے تسلیم کرتے ہیں۔

عیسائیت

آبادی کے لحاظ سے عیسائی مذہب اس وقت دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے' یہودیت کی طرح عیسائیت بھی ابراہیمی مذہب کی ایک شاخ ہے شروع میں اس مذہب کو بھی یہودی مذہب کی شاخ خیال کیا جاتا تھا' ان کی بہت سی باتیں یہودیوں کے ساتھ مشترک ہیں۔ عیسائی مذہب والے اپنے کو حضرت عیسیٰؑ کا پیروکار مانتے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کی آمد بھی انسانی رشد و ہدایت کی خاطر ہوئی' آپؑ کے آنے سے پہلے یہودی کئی فرقوں اور گروہوں میں تقسیم ہو چکے تھے' انبیاء کی تعلیمات فراموش کر چکے تھے' الٰہی پیغامات بھول چکے تھے' کتابوں میں ردو بدل کر دیا گیا تھا' یہودی اپنے نظریات کے مطابق کتابوں کو بدل چکے تھے' اپنے [illegible] باتیں کتابوں میں شامل کر چکے تھے' ایک گروہ یہودیوں میں صدوقیوں کے نام سے مشہور تھا' جس کا موقف یہ تھا کہ انسان کو جزا ملے یا سزا ملے وہ اسے دنیا ہی میں مل جاتی ہے' قیامت کا تصور غلط ہے' آخرت کا خیال غلط ہے' آخرت میں جزا و سزا اور حشر و نشر کی باتیں بے سروپا اور غلط ہیں۔

یہودیوں میں ایک گروہ "فریسی" تھا' جو جزا و سزا' قیامت' حشر' نشر کو مانتا تھا' مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات اور اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لیے لذت دنیا کو چھوڑ دینا ضروری خیال کرتے تھے' اسی وجہ سے وہ آبادیوں سے ویرانوں اور بستیوں سے جنگلوں کی جانب چلہ کشی کے لیے کوچ کر جاتے تھے' رفتہ رفتہ ریاضت گاہیں اور خانقاہیں [illegible] اور بے حیائی کے مرکز بن گئے تھے۔

یہودیوں کی کاہنوں کی جماعت نے مذہب کو تجارت بنا لیا تھا' کوئی کام بھی نذر نیاز اور پیسوں کے بغیر نہیں ہوتا تھا' اپنی اغراض و مقاصد کی خاطر توریت کے احکامات بدل کر

اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق احکامات اس میں ڈال دیئے گئے تھے اپنی باتوں اور اپنے خیالات کو اللہ کی باتیں اور اللہ کے احکام کہلواتے تھے اپنے ہاتھوں سے باتیں لکھتے پھر کہتے یہ منجانب اللہ ہیں پھر انہیں معمولی معمولی قیمتوں کے بدلے فروخت کرتے تھے۔

یہودیوں کے مذہبی پیشواؤں اور لیڈروں کی حماقتوں اور گمراہیوں کا یہ عالم تھا کہ وہ مذہب کے ٹھیکیدار اور اجارہ دار بن گئے تھے لوگوں کو اپنے ہاتھوں سے جنت کے ٹکٹ لکھ لکھ کر دیتے تھے' حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا انہی لوگوں نے خدا تعالیٰ کے سوا رب بنا رکھے تھے۔

اس عالم تاریک میں حضرت عیسیٰؑ روشنی کی کرن بن کر جلوہ گر ہوئے' آپ سے پہلے انبیاء بشارتیں دیتے رہے' جیسا کہ توریت میں ہے "اور اس موسیٰ نے کہا خداوند سینا [illegible] طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑوں پر جلوہ گر ہوا" اس ارشاد میں [illegible] سے طلوع ہوا سے مراد حضرت عیسیٰ [illegible]

حضرت عیسیٰؑ کے متعلق یسعیاہ نے ارشاد فرمایا "دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں' جو تیری راہ تیار کرے گا' بیابان میں پکارنے والے کی آواز آتی ہے کہ خداوند کی راہ تیار کرو اس کے راستے سیدھے بناؤ" اس پیش گوئی میں پیغمبر حضرت عیسیٰؑ ہیں' جنگل میں پکارنے والے یحییٰ تھے' جو حضرت عیسیٰؑ سے پہلے یہودیوں کو خوشخبری دے گئے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ آئیں گے۔

حضرت عیسیٰؑ کی تاریخ ولادت اور ان کے مکمل احوال زندگی مسلمانوں نے تو کیا [illegible] نے بھی [illegible] کے بعض بعض مقامات قرآن [illegible] کی روشنی میں علماء کرام نے بیان کیے ہیں اگر قرآن حکیم کی تعلیمات [illegible] عیسائیوں نے ایسے ایسے احوال سنائے تھے' جن سے کوئی حتمی فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا' عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کی تاریخ ولادت 25 دسمبر بتائی ہے اور اسی دن وہ عید مناتے ہیں' رقص اور ذکر کرتے ہیں' رنگ

برہنگی کپڑے پہنتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے امر سے حضرت مریم کے بطن سے پیدا ہوئے' آپ امر ربانی سے ظہور میں آئے' آپ کے والد نہ تھے' آپ کی والدہ پاکدامن اور پاکیزہ خاتون تھیں' قرآن حکیم میں حضرت عیسیٰ کی ولادت کو حضرت آدمؑ کے ساتھ تشبیہ دی گئی' مثلہ کمثل آدم صرف اتنی بات ہے کہ حضرت آدمؑ کو ماں اور باپ دونوں کے بدون پیدا کیا اور حضرت عیسیٰ کو صرف باپ کے بدون پیدا کیا گیا۔ جب حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے' تو حضرت مریم سے پوچھا گیا کہ یہ بچہ کہاں سے آیا؟ تو منجانب اللہ انہیں کہا گیا کہ بچے کی طرف اشارہ کریں' وہ جواب دے "فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ" حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ کی طرف اشارہ کیا' آپ اس عالم میں بولے' جس عالم میں بولا نہیں جا سکتا' لیکن اللہ کی منشاء تھی کہ عیسیٰؑ بولے چنانچہ حضرت عیسیٰؑ بولے 'اِنِّیَ عبد الله آتنی الکتاب وجعلنی نبیاً" میں اللہ کا بندہ ہوں' اللہ مجھے کتاب بھی دیں گے اور نبی بھی بنائیں گے۔

حضرت عیسیٰ حلیم الطبع اور بردبار انسان تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار معجزات عطا فرمائے' قرآن حکیم میں یوں آتا ہے "اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّیْ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (آیت 49) میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں' میں مٹی سے تمہارے لیے پرندے کی شکل بناتا ہوں' پھر اس کے اندر پھونکتا ہوں' پس وہ اللہ کے حکم سے اڑنے والا ہو جاتا ہے اور اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے' کوڑھ کی بیماری والے کو اچھا کرتا ہوں اور مردوں کو باذن اللہ زندہ کرتا ہوں۔

کیچڑ' مٹی سے پرندے بنانا' کوڑھ کی بیماری کی شفاء' یا مادر زاد اندھے کو درست اور مردو کو زندہ کرنا یہ فعل نبی کا تھا' قدرت خدا کی تھی' یہ معجزات تھے' جو اللہ نے حضرت عیسیٰ کو عطاء فرمائے تھے۔

تعلیمات حضرت عیسیٰ ؑ:

حضرت عیسیٰؑ نے حق تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت کی تعلیم دی' عیسائیوں کی کتاب متی میں ہے "پھر ابلیس (یسوع کو) ایک اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دنیا کی سب سلطنتیں اور ان کی شان و شوکت اسے دکھائی اور اس سے کہا کہ اگر تو جھک کر مجھے سجدہ کرے تو یہ سب کچھ تجھے دے دوں گا' یسوع نے اس سے کہا اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر"۔

مرقس کتاب میں ہے "ایک فقیہہ نے یسوع سے پوچھا کہ سب حکموں میں اول کون سا ہے؟ یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے اے اسرائیل سن: خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے اور تو خدا سے اپنے سارے دل سے اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری [illegible] دوسرا یہ ہے کہ تو اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ' ان سے بڑا اور کوئی حکم نہیں"۔

عیسائی مذہب کی کتابوں سے توحید ربانی کا کہیں کہیں پتہ چلتا ہے' مگر وہ بھی خال خال' لیکن عیسائی توحید خالص کے قطعاً قائل نہیں' وہ حضرت مریم کو بھی خدا مانتے ہیں' حضرت عیسیٰ کو بھی خدا مانتے ہیں' بلکہ ابن اللہ (خدا کا بیٹا) کہتے ہیں" قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ "انہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے' دوسرے مقام پر ارشاد ہوا" وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں' حق تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم قیامت کے دن عیسیٰؑ اور ان کی ماں سے پوچھیں گے" ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے سوا الٰہ بنا لینا' حضرت عیسیٰؑ وہاں برأت کا اعلان کریں گے" اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ" اے اللہ اگر میں انہیں یہ کہتا' تو آپ کو معلوم ہوتا' اس لیے کہ آپ جانتے ہیں کہ میرے جی میں کیا ہے؟ اور

میں نہیں جانتا کہ آپ کے جی میں کیا ہے؟

مخالفین کا بے جا غصہ:

حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات عمدہ تھیں، آپ نے شرک کی بجائے حق تعالیٰ کی توحید کو عام کیا، آپ نے اپنے کو اللہ کا بیٹا کہا، آپ نے اخلاقی، معاشرتی اصلاح پر بہت زور دیا، نتیجتہً آپ کے بارے میں دو گروہ افراط وتفریط کا شکار ہو گئے، عیسائی اور یہودی، عیسائی آپ کی محبت میں ڈوب گئے اور یہودی آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے، اس کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت عیسیٰؑ ربانی پیغام لے کر شہر شہر، قریہ قریہ گھومے تو وقت کے احبار اور رہبان علماء سوء نے اسے اپنی موت سمجھا کہ اب ہماری مذہبی اجارہ داری کا چراغ بجھ جائے گا، عیسائی کتب کی رو سے یہودی مخالفت اس لیے کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ نے یہودیوں کو سخت اور درشت لہجے میں مخاطب ہو کر فرمایا: اے ریاکار [illegible] تم نبیوں کے قاتلوں کے فرزند ہو، اے سانپو! اے [illegible] تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے؟

حضرت عیسیٰؑ کی اس جرأت پر یہودیوں کے غصے کی آگ بھڑک اٹھی، پھر یہودیوں کو یہ غصہ بھی تھا کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا سبت ابن آدم کے لیے ہے، نہ کہ ابن آدم سبت کے لیے (مرقس) چونکہ یہودی سبت (ہفتہ) کو متبرک اور حرمت والا دن سمجھتے تھے، پھر یہودی یوں کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواری ہاتھ دھونے کے بغیر کھانا کھانے لگ جاتے ہیں (مرقس) حضرت عیسیٰؑ فرماتے تھے کہ پاکیزگی اصل دل کی ہے، ظاہری عبادت کی کوئی اہمیت نہیں ہے مگر یہودی اپنے تئیں پاک وصاف بنتے تھے"۔

یہودیوں کو غصہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ نے یروشلم کی تباہی و بربادی کے لیے بددعائیں کیں، چونکہ یہودی اس شہر کو مقدس سمجھتے تھے، ان بددعاؤں کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

یہودی یہ بھی الزام لگاتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہلاتے ہیں اور وہ

اسے کلمہ کفر سمجھتے تھے اس لیے ان کے غصے کی آگ خوب بھڑک اٹھی' یہودیوں نے ایک اور پروپیگنڈہ یہ شروع کر دیا کہ حضرت عیسیٰؑ داؤد کے تخت کا وارث ہونے کا دعوی کرتے ہیں' جس سے وہ رومی حکومت کے اندر ایسی حکومت قائم کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں' جس سے رومی حکومت کا تختہ الٹ جائے گا۔

پھر یہودیوں کی بدقسمتی یہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو بہت اونچا سمجھتے تھے نچلے اور غریب طبقے کے لوگوں سے میل ملاپ رکھنا اپنی توہین سمجھتے تھے حضرت عیسیٰ کا پیغام محبت واخوت تھا' اس بناء پر وہ حضرت عیسیٰؑ کے مخالف ہو گئے۔

یہودیوں کے پروپیگنڈے نے جلتی پر تیل کا کام کیا' نتیجہ یہ نکلا کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے خلاف حکومت وقت کو خوب اکسایا کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے کو خدا کا بیٹا کہلواتے ہیں [illegible] کے خلاف [illegible] کرتے ہیں اور اپنی نئی حکومت قائم کر کے رومی حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے ہیں [illegible] حضرت عیسیٰ (مسیحؑ) کو گرفتار کر لیا جاتا ہے اور عیسائی کتب کی رو سے حضرت عیسیٰ پر دو فرد جرم عائد کی جاتی ہیں' ایک یہ کہ وہ اپنے کو خدا کا بیٹا کہلواتے ہیں' دوسرا یہ کہ حکومت وقت کا تختہ الٹنا چاہتے ہیں' صفائی کے لیے آپ کو پیلاطوس کی کچہری میں ایک ملزم کی حیثیت سے لایا گیا' حضرت مسیحؑ نے اپنے اوپر لگنے والے الزام کا جواب یہ دیا کہ خدا کا بیٹا کہلوانا مجازی کلمات ہیں' کیونکہ تورات میں علماء کو خدا تک کے الفاظ سے پکارا گیا دوسرے الزام کا جواب یہ دیا کہ میرا مقصود کسی دنیاوی حکومت قائم کرنا نہیں بلکہ میں آسمانی حکومت قائم کرنے آیا ہوں"۔

حضرت عیسیٰ زندہ ہیں:

عیسائیوں کے نزدیک حقیقتہً حضرت عیسیٰ کو سولی اور صلیب پہ چڑھا دیئے گئے اور صلیب پہ ہی ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور پھر فوت ہو جانے کے تیسرے دن بعد پھر آپ کو زندہ کر دیا گیا اور آسمان پر انہیں اٹھا لیا گیا اور اب وہ اپنے باپ کی دائیں

جانب بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت صلیب پہ چڑھ گئے' ہم سب کے گناہوں کا کفارہ ادا کر گئے۔

یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں خوب ہرزہ سرائیاں کیں کہ حضرت عیسیٰؑ پلاطوس کے حکم کے تحت صلیب پہ چڑھا دیئے گئے اور شریعت موسویہ کی روشنی میں وہ حضرت عیسیٰؑ کو (معاذ اللہ) ملعون بھی کہتے ہیں' ان کے ہاں یہ معاملہ ہے کہ جو آدمی صلیب پہ چڑھ گیا وہ لعنتی ہے' اسی ناز یبا جملے سے حضرت عیسیٰؑ کو یاد کیا گیا' یہودیوں کے ہاں جسے پھانسی دی جائے وہ منجانب اللہ ملعون ہوتا ہے۔

یہودیوں اور عیسائیوں کی یاوہ گوئیوں کے علی الرغم مسلمانوں کا نظریہ حیات عیسیٰؑ کے بارے میں واضح' صاف اور حقیقت پسندانہ ہے اور یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرنی چاہیے کہ جب حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کا نور چمکا اور ضیا بار ہوا' تو فتویٰ فروشوں اور جنت کے نام نہاد ٹھیکیداروں کے خود ساختہ مقالات لرزہ بر اندام ہوئے' احبار و رہبان کی ملی بھگت سے حضرت عیسیٰؑ کو اپنے رستے کا روڑا سمجھ کر یہودیوں نے ہٹانے کی ناپاک سازش کی آپ کی تعلیمات اثر انداز ہو رہی تھیں اور ایک عام طبقہ آپ کے گرد جمع ہونا شروع ہو گیا تھا' ان پڑھے لکھے احمقوں نے رومی گورنر کو اکسایا اور آپؑ کو بغاوت کے جرم کی پاداش میں گرفتار کرایا' رومی گورنر آپ کی گرفتاری سے قطعاً خوش نہ تھا' وہ سمجھتا تھا کہ حضرت عیسیٰؑ میں سے ایک کو قومی تہوار کے موقع پر رہا کر دیا جائے' بوابا وقت کا مشہور قاتل تھا' اسے بھی صلیب پہ چڑھائے جانے کی سزا کا فیصلہ ہوا تھا' یہودیوں نے بیک زبان بوابا کی رہائی کا فیصلہ دیا اور حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر چڑھانے کا' مگر یہودیوں کی حسرت حسرت ہی رہی' حضرت عیسیٰؑ صلیب پہ نہ چڑھائے گئے۔

یہی واقعہ ایک دوسرے عالم دین یوں لکھتے ہیں "یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے پکڑنے اور قتل کرنے کی خفیہ تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت اور عصمت کی

ایسی تدبیر فرمائی' جوان کے وہم وگمان سے بھی بالا اور برتر تھی' وہ یہ کہ ایک شخص کو حضرت عیسیؑ کی ہم شکل بنادیا اور عیسیؑ کو آسمان پر اٹھالیا اور یہودی جب گھر میں داخل ہوئے تو اس ہم شکل کو پکڑ کر لے گئے اور عیسیؑ سمجھ کر اس کو قتل کیا اور سولی پر چڑھایا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر فرمانے والے ہیں' کوئی تدبیر اللہ کی تدبیر کا مقابلہ نہیں کرسکتی' اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیؑ کی پریشانی دور کرنے کے لیے یہ فرمایا کہ اے عیسیؑ تم گھبراؤ نہیں تحقیق میں تم کو تمہارے دشمنوں سے بلکہ اس جہاں سے ہی پورا پورا لے لوں گا اور بجائے اس کے کہ یہ نا ہنجار تجھ کو پکڑ کر لے جائیں اور صلیب پر چڑھائیں میں تجھ کو اپنی پناہ میں لے لوں گا اور آسمان پر اٹھاؤں گا کہ جہاں کوئی پکڑنے والا پہنچ ہی نہ سکے۔

(اسلام اور عیسائیت' مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ صاحب)

ان دو واقعات میں سے دوسرا واقعہ مشہور ہے اور یہی درست بھی ہے' اس کی تائید قرآن حکیم کی آیت سے بھی ہوتی ہے' حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

''وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ'' (سورۃ النساء: 155' 158)

نہ ہی حضرت عیسیؑ کو انہوں نے قتل کیا اور نہ ہی حضرت عیسیؑ کو سولی پر چڑھایا' انہیں تو اشتباہ ہوا' اب یہ اشتباہ جوان کو ہوا' وہ یہی کہ حضرت عیسیؑ کا ہم شکل کوئی دوسرا شخص انہوں نے قتل کیا' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ'' حضرت عیسیؑ تو یقیناً قتل نہیں ہوئے بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔

مسلمان اللہ تعالیٰ کے فرمان کے سامنے چوں وچرا نہیں کرتے' بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان پر دل وجان سے ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیؑ نہ قتل ہوئے اور نہ صلیب پر چڑھائے گئے' حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر میں ہے ''جب حق تعالیٰ نے عیسی علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ فرمایا' تو عیسی علیہ السلام اس چشمہ سے کہ جو مکان میں تھا غسل فرما کر باہر تشریف لائے اور سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے (بظاہر یہ غسل

آسمان پر جانے کے لیے تھا جیسے مسجد میں آنے سے پہلے وضو کرتے ہیں) باہر مجلس میں بارہ حواری موجود تھے ان کو دیکھ کر یہ ارشاد فرمایا کہ بے شک تم میں سے ایک شخص مجھ پر ایمان لانے کے بعد بارہ مرتبہ کفر کرے گا بعد ازاں فرمایا کہ کون شخص تم میں سے اس پر راضی ہے کہ اس پر میری شباہت ڈال دی جائے اور وہ میری جگہ قتل کیا جائے اور میرے درجہ میں میرے ساتھ رہے یہ سنتے ہی ایک نوجوان کھڑا ہوا اور اپنے کو اس جان نثاری کے لیے پیش کیا عیسیٰ نے فرمایا بیٹھ جا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اسی سابق کلام کا اعادہ فرمایا' پھر وہی نوجوان کھڑا ہوا اور عرض کیا میں حاضر ہوں'' عیسیٰ نے فرمایا اچھا تو ہی وہ شخص ہے اس کے فوراً بعد اس نوجوان پر عیسیٰ کی شباہت ڈال دی گئی عیسیٰ مکان کے روشن دانوں سے آسمان پر اٹھائے گئے' بعد ازاں یہود کے پیادے عیسیٰ کی گرفتاری کے لیے گھر میں داخل ہوئے اور اس شبیہ کو عیسیٰ سمجھ کر گرفتار کیا اور قتل کر کے صلیب پر لٹکایا۔ (تفسیر ابن کثیر ص 228' ج 3' اسلام اور عیسائیت)

عیسائیت حضرت عیسیٰ کے بعد

حضرت عیسیٰ کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا' آپ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد عیسائی مذہب برق رفتاری سے پھیلا' یہودیوں اور رومیوں کے مظالم ان کے پایہ استقلال کو جنبش نہ دے سکے چوتھی صدی کے اوائل میں روم عیسائیت کا مرکز بن گیا تھا جہاں عیسائیوں پر یہودیوں اور رومیوں نے ظلم و تشدد کے پہاڑ ڈھائے تھے' رفتہ رفتہ عیسائیوں کا دائرہ کار وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا' ایک وقت وہ بھی آیا جب قرون وسطیٰ میں عیسائیوں کے پوپ پادری کی قوت وقت کے حکمران سے بڑھ کر تھی۔

عیسائیوں کے ایک ہاتھ میں مذہبی اسلحہ تھا' دوسرے ہاتھ میں سیاسی قیادت تھی اور معاً دولت و ثروت بھی تھی مگر ان لوگوں نے ان تینوں چیزوں کو صحیح کام میں لانے کی بجائے ضائع کر دیا' حضرت مسیح کی تعلیمات سے کنارہ کشی اختیار کر لی آپ کے

ارشادات کانوں کی دہلیز کے پاس تو گونجتے تھے' مگر عمل سے یوں لگتا تھا کہ انہوں نے تعلیمات عیسویہ کو کبھی سے فراموش کر دیا ہے' دولت کے حصول کے لیے وہ ہر جائز و ناجائز طریقہ واردات اختیار کرنے سے ذرا ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے' ایک وہ بدقسمت گھڑی بھی آن پہنچی کہ حصول زر کے لیے پادری' پوپ نے "جنت کے سرٹیفکیٹ" فروخت کرنے شروع کر دیئے' ایک دوسرے پر زبان درازیاں اور فتوی بازیاں ہونے لگیں' جس سے ان کی قوت کا شیرازہ بکھرتا چلا گیا اور اختلافات برائے اختلافات نے انہیں ایک دوسرے کا جانی دشمن بنا دیا' معمولی سی بات پر ایک دوسرے کو موت کے منہ میں ڈال دیتے تھے' پھر سزاؤں کے لیے احتسابی عدالتیں قائم کی گئیں صرف دو دو' تین تین سالوں میں ان عدالتوں نے تین لاکھ چالیس ہزار آدمیوں کو نت نئی سزائیں سنائیں' ان میں بتیس ہزار وہ تھے' جن پر دھکتی آگ میں جلائے گئے تھے۔

عیسائیوں نے ہر دور میں یہی کوشش کی کہ انہیں مضبوط پوزیشن حاصل ہو اور وہ اس مطلوبہ پوزیشن کے حصول کے بعد علاقوں کے ٹھیکیدار بن جاتے' دوسروں پر حکم چلاتے اور انہیں نیچا دکھاتے' انہیں اپنا غلام سمجھنے میں ہی بڑائی اور قوت سمجھتے تھے' عیسائیوں کی یہ باتیں حضرت عیسیٰؑ کی ملی اور ان کی تعلیمات کے سراسر خلاف تھیں۔ عیسائیوں کی یہ عادات حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد عام ہوئیں۔

عیسائیوں کی کتابیں:

عیسائیوں کی مذہبی کتاب بائبل ہے' جو عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید کے نام سے مشہور ہے' یہودی عہد نامہ قدیم کو مانتے ہیں اور عیسائی عہد نامہ جدید کو اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ عہد نامہ جدید ناسخ ہے اور قدیم منسوخ ہے' عہد نامہ جدید چار انجیلوں پر مشتمل ہے متی' لوقا' مرقس' یوحنا' ان کے علاوہ اور بھی انجیلیں ہیں' لیکن عیسائی انہیں مستند نہیں مانتے' مسلمانوں کے نزدیک ساری انجیلیں عیسائیوں کی من مانیوں اور ان کی دماغی اختراعات

سے بھرپور ہیں' آجکل کوئی انجیل اپنی اصل شکل میں نہیں ہے' جو کچھ ان میں ہے' وہ بھی منجانب اللہ نہیں' بلکہ عیسائیوں کا خانہ ساز مواد ان میں پایا جاتا ہے' اگر ان کی کوئی بات قرآن سے ملتی جلتی ہے' تو ہم اسے اتفاقیہ کہہ سکتے ہیں۔ اب ان انجیلوں کے بارے میں مختصراً لکھا جاتا ہے۔

انجیل متی:

یہ انجیل سب سے پرانی ہے' اس کے مولف نامعلوم ہیں' ان کے احوال سے آگاہ کوئی نہیں ہوا' بعض عیسائی مصنفین یوں کہتے ہیں کہ اس انجیل کا ایک حصہ حضرت عیسیٰؑ کے ایک حواری متی نے ترتیب دیا' لیکن وہ کافی عرصہ پہلے گم ہو گیا تھا' انجیل متی موجودہ کا مصنف و مولف کون ہے؟ اس کے بارے میں تمام مورخین محوِ سکوت ہیں۔

انجیل مرقس:

بعض عیسائیوں کے خیال کے مطابق یہ متی کی انجیل سے بھی پرانی ہے' مرقس ایک یونانی یہودی تھا' مرقس نے انجیل کو 64ء میں لکھا۔

انجیل لوقا:

اسے غیر یہودی مولف لوقا نے لکھا' یہ پہلی صدی عیسوی کے اواخر کا کارنامہ ہے۔

انجیل یوحنا:

اسے حضرت عیسیٰؑ کے ایک حواری یوحنا نے ترتیب دیا' بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت عیسیٰؑ کا حواری نہیں تھا' بلکہ ایک اور یوحنا تھا' جو ایشیائے کوچک کا باشندہ تھا' یہ پہلی صدی عیسوی کے اواخر میں مرتب ہوئی' اس کا انداز بیان دوسری اناجیل سے مختلف ہے' اس میں یونانیوں کے فلسفے کی آمیزش بھی کہیں کہیں دکھائی دیتی ہے' اس میں ایک بات کا خیال

رکھا گیا ہے کہ تعلیمات مسیحؑ کو بطور استدلال پیش کیا گیا ہے' دوسری تینوں اناجیل اس قسم کے ارشادات سے تہی دامن اور خالی ہیں۔

ان چاروں انجیلوں میں ردو بدل کیا گیا ہے' مختلف مصنفین کے بارے میں مختلف خیالات پائے جاتے ہیں' کبھی کسی زبان میں تصنیف ہوئیں اور کبھی کسی زبان میں' آج یہ اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں ہیں' حتیٰ کہ حضرت مسیحؑ کا شجرہ نسب بھی آج متضاد پیرائے میں ملتا ہے اور چاروں انجیلیں باہم ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

عیسائیوں کے فرقے:

عیسائیت کے شروع میں ہی اختلافات رونما ہو گئے تھے' حضرت عیسیٰؑ کے حواری حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد من مانے نظریات اپنا بیٹھے' ہر ایک اپنی ... کے مطابق کام کرتا تھا' اپنی اپنی ڈفلی پر کوئی بجانے لگ گیا تھا' مختلف کتابوں میں ان فرقوں کی تعداد مختلف ہے' ایک مقام پر عیسائی فرقوں کی تعداد اڑتیس (38) تک پہنچتی ہے اب ذیل میں اختصار کے ساتھ ان فرقوں کے بارے میں لکھا جاتا ہے۔

(1) ابیونی فرقہ (2) مارکیونی فرقہ (3) مونٹانس فرقہ (4) مانے کا فرقہ (5) نورشین فرقہ (6) اریوس فرقہ (7) اپولی نیرین (8) پولسی فرقہ (9) نسطوری فرقہ (10) یعقوبی فرقہ (11) وحدت الفطری فرقہ (12) وحدت الارادی فرقہ (13) آئی کونولاسٹک فرقہ (14) ہلیگوس فرقہ (15) یونانی ٹیرن (16) ساسیلس فرقہ (17) کرنتھیوں فرقہ (18) باسلیدی فرقہ (19) گناستی فرقہ (20) یونانی فرقہ (21) ارضی فرقہ (22) سورمن فرقہ (23) پرکشیس فرقہ (24) ناصریوں کا فرقہ (25) نجرانی نصاریٰ (26) ارجن کا فرقہ (27) افلاطونی فرقہ (28) تاتیاں کا فرقہ (29) تھیوڈوشن فرقہ (30) پوتی کا فرقہ (31) سبلیوس کا فرقہ (32) بالدی اور پالی فرقہ (33) ارسیو فرقہ (34) حراری فرقہ (35) رومن کیتھولک (36) پراٹسٹنٹ فرقہ (37) یوسیہ فرقہ (38) ملکانیہ فرقہ

سے بھرپور ہیں' آجکل کوئی انجیل اپنی اصل شکل میں نہیں ہے' جو کچھ ان میں ہے' وہ بھی منجانب اللہ نہیں' بلکہ عیسائیوں کا خانہ ساز مواد ان میں پایا جاتا ہے' اگر ان کی کوئی بات قرآن سے ملتی جلتی ہے' تو ہم اسے اتفاقیہ کہہ سکتے ہیں۔ اب ان انجیلوں کے بارے میں مختصراً لکھا جاتا ہے۔

انجیل متی:

یہ انجیل سب سے پرانی ہے' اس کے مولف نامعلوم ہیں' ان کے احوال سے آگاہ کوئی نہیں ہوا' بعض عیسائی مصنفین یوں کہتے ہیں کہ اس انجیل کا ایک حصہ حضرت عیسیٰؑ کے ایک حواری متی نے ترتیب دیا' لیکن وہ کافی عرصہ پہلے گم ہو گیا تھا' انجیل متی موجودہ کا مصنف و مولف کون ہے؟ اس کے بارے میں تمام مورخین محو سکوت ہیں۔

انجیل مرقس:

بعض عیسائیوں کے خیال کے مطابق یہ متی کی انجیل سے بھی پرانی ہے' مرقس ایک یونانی یہودی تھا' مرقس نے انجیل کو 64ء میں لکھا۔

انجیل لوقا:

اسے غیر یہودی مولف لوقا نے لکھا' یہ پہلی صدی عیسوی کے اواخر کا کارنامہ ہے۔

انجیل یوحنا:

اسے حضرت عیسیٰؑ کے ایک حواری یوحنا نے ترتیب دیا' بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت عیسیٰؑ کا حواری نہیں تھا' بلکہ ایک اور یوحنا تھا' جو ایشائے کوچک کا باشندہ تھا' یہ پہلی صدی عیسوی کے اواخر میں مرتب ہوئی' اس کا انداز بیان دوسری اناجیل سے مختلف ہے' اس میں یونانیوں کے فلسفے کی آمیزش بھی کہیں کہیں دکھائی دیتی ہے' اس میں ایک بات کا خیال

رکھا گیا ہے کہ تعلیمات مسیحؑ کو بطور استدلال پیش کیا گیا ہے' دوسری تینوں اناجیل اس قسم کے ارشادات سے تہی دامن اور خالی ہیں۔

ان چاروں انجیلوں میں ردو بدل کیا گیا ہے' مختلف مصنفین کے بارے میں مختلف خیالات پائے جاتے ہیں' کبھی کسی زبان میں تصنیف ہوئیں اور کبھی کسی زبان میں' آج یہ اپنی اصلی شکل میں موجود نہیں ہیں' حتیٰ کہ حضرت مسیحؑ کا شجرہ نسب بھی آج متضاد پیرائے میں ملتا ہے اور چاروں انجیلیں باہم ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

عیسائیوں کے فرقے:

عیسائیت کے شروع میں ہی اختلافات رونما ہو گئے تھے' حضرت عیسیٰؑ کے حواری حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد من مانے نظریات اپنا بیٹھے' ہر ایک اپنی سوچ کے مطابق کام کرتا تھا "اپنی اپنی ڈفلی ہر کوئی بجانے لگ گیا تھا' مختلف کتابوں میں ان فرقوں کی تعداد مختلف ہے' ایک مقام پر عیسائی فرقوں کی تعداد اڑتیس (38) تک پہنچتی ہے اب ذیل میں اختصار کے ساتھ ان فرقوں کے بارے میں لکھا جاتا ہے۔

(1) ابیونی فرقہ (2) مارکیونی فرقہ (3) مونٹانس فرقہ (4) مانے کا فرقہ (5) نوریشین فرقہ (6) اریوس فرقہ (7) اپولی نیرین (8) پولسی فرقہ (9) نسطوری فرقہ (10) یعقوبی فرقہ (11) وحدت الفطری فرقہ (12) وحدت الارادی فرقہ (13) آئی کونو لاسٹک فرقہ (14) پلیگوس فرقہ (15) یونانی میرن (16) سائیلس فرقہ (17) کرنتھیوں فرقہ (18) باسلیدی فرقہ (19) گناستی فرقہ (20) یونانی فرقہ (21) ارضی فرقہ (22) سورمن فرقہ (23) پرکشیس فرقہ (24) ناصریوں کا فرقہ (25) نجرانی نصاریٰ (26) ارجن کا فرقہ (27) افلاطونی فرقہ (28) تاتیاں کا فرقہ (29) تہیوڈوٹس فرقہ (30) پوٹی کا فرقہ (31) سبلیوس کا فرقہ (32) بالدی اور پالی فرقہ (33) ارسیو فرقہ (34) تراری فرقہ (35) رومن کیتھولک (36) پراٹسٹنٹ فرقہ (37) یوسیہ فرقہ (38) ملکانیہ فرقہ

فرقوں کی تفصیل:

اب ہم لف نشر غیر مرتب کے طور پر ان فرقوں کے بارے میں کچھ وضاحت کریں گے۔

ملکانیہ فرقہ:

اس فرقہ کے لوگ ملکا نامی شخص کے اتباع اور پیروکار ہیں' جو رومی تھا' ان کا موقف اور عقیدہ یہ ہے کہ کلمہ الٰہی عیسیٰؑ کے ساتھ متحد ہو گیا' یہ فرقہ اس بات کا قائل ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ کو سولی پہ چڑھایا گیا تو اس وقت بھی وہ خدا تھے۔

یوسیہ فرقہ:

فرفوریوس شام میں پیدا ہوا' یہ چونکہ ارسطو کے نظریات سے متاثر تھا' اس نے ایسے نظریات پیش کیے' جن میں فلسفے کی آمیزش تھی۔

یعقوبیہ فرقہ:

یہ فرقہ اقانیم ثلاثہ کا قائل ہے ان کا کہنا ہے کہ کلمہ گوشت اور خون میں تبدیل ہو کر حضرت عیسیٰؑ کی صورت میں ظاہر ہوا' اس لیے حضرت عیسیٰؑ خدا ہیں۔

نسطوریہ فرقہ:

اس فرقے کا بانی نسطور تھا' ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ اکیلا ہے اور اقانیم ثلاثہ وجود' علم و حیات والا ہے۔

ارضی فرقہ:

یہ گروہ خدا کو قدیم ذات سمجھتا ہے اور مسیحؑ کو مخلوق سمجھتا ہے۔

رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ:

یہ بنیادی طور پر بڑے فرقے ہیں' ان میں تثلیث' الوہیت مسیحؑ' موروثی گناہ اور کفارہ

کے عقیدوں پر اتفاق ہے ان فرقوں کے راہنما مختلف علاقوں میں پھیلے' جرمنی میں لوتھر' سوئز رلینڈ میں کیلون' زونگلی اور سکاٹ لینڈ میں جان ناکس تھے۔

ارسیوفرقہ:

اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیحؑ شکم مریم سے پیدا نہیں ہوئے بلکہ پچاس برس کی عمر میں غیب سے اس دنیا میں آ گئے' یہ عہد قدیم کی کسی کتاب کو تسلیم نہیں کرتے۔

پوئی فرقہ:

یہ فرقہ حضرت عیسیٰؑ کے صلیب پر چڑھ جانے اور پھر اس کے بعد زندہ ہونے کے عقیدہ کا مخالف ہے۔

تھیوڈولس فرقہ:

اس گروہ نے شریعت موسیٰ کو ترک کیا' وہ حضرت موسیٰؑ کو صرف ایک انسان سمجھتا تھا۔

سبلیوس فرقہ:

اس گروہ کا یہ عقیدہ تھا کہ ذات کا ایک حصہ الگ ہو کر حضرت عیسیٰؑ میں شامل ہو گیا اور دوسرا حصہ الگ ہو کر روح القدس بن گیا۔

تاتیاں کا فرقہ:

یہ فرقہ چلہ کشی اور ریاضت کو ذریعہ نجات خیال کرتا ہے' عیسائیوں کے ہاں اس فرقہ کے لوگ مردود ہیں۔

افلاطونی فرقہ:

اسکندریہ میں ایک فرقہ پیدا ہوا' جس پر افلاطون کا فسوں چڑھ گیا' جو مسائل ان کی عقل کے خلاف ہوتے ان سب کا انکار کر دیتے تھے۔

ارجن فرقہ

یہ مدرسہ اسکندریہ کا مدرس تھا' ارجن کے مطیع اور پیروکار صرف مجاہدہ کو ذریعہ سمجھتے تھے۔

نجرانی عیسائی:

یہ مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے' یہ لوگ تثلیث کے موضوع پر حضرت رسول اکرم ﷺ سے مناظرہ کرنے آئے تھے۔

ناصریوں کا فرقہ:

یہ فرقہ صرف عبرانی انجیل متی کو تسلیم کرتا تھا' یہ فرقہ حضرت عیسیٰؑ کے مصلوب ہونے کا منکر تھا۔

سورمن فرقہ:

یہ فرقہ ہر شخص کے لیے بارہ بیویوں کو جائز سمجھتا تھا' تمام عیسائیوں کو بے دین اور کافر کہتا تھا۔

گناستی فرقہ:

ان کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا مادہ سے پیدا ہوئی اور اس کے لیے گناہ اور شرارت ضروری ہے' اس فرقہ کا خیال تھا کہ حضرت عیسیٰؑ چونکہ مادہ سے پیدا نہیں ہوئے اس لیے ان کو صلیب پہ نہیں چڑھایا گیا' اس لیے کہ ان کا جسم نہ تھا۔

باسلیدی فرقہ:

اس فرقہ کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ سولی پہ نہیں چڑھے' بلکہ ایک ایسا شخص ان کی جگہ حراست میں لیا گیا اور وہی قتل بھی کیا گیا' گویا کہ صلیب کے مسئلے پر یہ فرقہ وہی نظریہ رکھتا تھا' جو مسلمانوں کو قرآن نے دیا۔

یونانی ٹیرن فرقہ:

یہ فرقہ حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت ابنیت اور تثلیث کا منکر تھا' انجیل متی کے باب اول و دوم کو الحاقی سمجھتا تھا۔ نہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا مانتا تھا' نہ انہیں خدا مانتا تھا اور نہ ہی تین خداؤں کا قائل تھا' ان تینوں باتوں میں اس کا وہی نظریہ تھا' جو مسلمانوں کو قرآن نے سکھایا۔

ابیونی فرقہ:

یہ فرقہ حضرت عیسیٰؑ کو بشر مانتا تھا' اس فرقہ کے اکثر لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کو بچشم خود دیکھا اور حضرت عیسیٰؑ سے ہم کلام بھی ہوئے' یہ فرقہ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کو مافوق الفطرت مانتا تھا۔ ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ یوسف نجار عیسیٰؑ کا والد تھا۔ لیکن حضرت مریمؑ کو حمل روح القدس کے ذریعہ ہوا اس فرقہ کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پہ چڑھ جانے کے بعد تمام انسانوں کے گناہوں کا کفارہ بن گئے' انسان جتنے چاہے گناہ کرے' اس کا حساب نہیں ہوگا۔

مارکیونی فرقہ:

یہ فرقہ اپنے بانی مارکیون کے نام سے مشہور ہوا' یہ فرقہ حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت کا قائل نہ تھا' ان کی خارق عادت ولادت اور مر کر زندہ ہونے کا بھی قائل نہ تھا۔

مانے کا فرقہ:

یہ فرقہ تیسری صدی عیسوی میں مانی نے ایران کے مجوسی اور عیسائی مذہب کے اتحاد و اتفاق سے بنایا جو ایک نیا مذہب تھا۔ اس طرح کے اور بے شمار فرقے' کسی نہ کسی روپ میں اٹھتے رہے اور انسانوں کو گمراہ کرتے رہے۔

اسلام اور عیسائیت:

اسلام نے حق تعالیٰ کی الوہیت اور توحید کو جس انداز میں بیان کیا' اس کی نظیر

دوسرے کسی مذہب نے پیش نہیں کی اور دوسرے مذاہب کی طرح قرآن تضادات کا مجموعہ نہیں' بلکہ اس کی ایک بات دوسری بات کے لیے وضاحت ہے' اسلام کی کتاب قرآن مجید کی ایک ایک آیت عظیم اور شاندار ہے' ہم ذیل میں اسلام کے زندہ جاوید پیغام قرآن حکیم اور عیسائیوں کی محرف اور بگڑی ہوئی تعلیمات پر مبنی کتاب بائبل کا موازنہ پیش کر رہے ہیں۔

اسلام نے حق تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک باور کرایا ''وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ' لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ''(پ2 س البقرہ) اس کے برعکس عیسائیوں نے شرک کا عقیدہ دیا' ان کے ہاں خدا ایک نہیں تین میں کا ایک ہے۔(بائبل)

عیسائی تثلیث کے قائل ہیں' حضرت مریم' حضرت عیسیٰؑ کو بھی خدا مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بھی' ان کے ہاں خدائی تین اقنوم سے مرکب ہے' یہ تینوں اقنوم مل کر ایک ہی ہے ہر اقنوم میں الگ الگ خدائی صفات ہیں' جب کہ اسلام میں شرک کی نفی کرتا ہے اور واضح کہتا ہے

''اللہ احد' اللہ الصمد' لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احدٌ''

اللہ ایک ہے' بے نیاز ہے' نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ باپ اور نہ ہی اس کا کوئی برابر اور شریک ہے۔

اسلام جس خدا کی توحید کی دعوت دیتا ہے' وہ بے پرواہ اور بے نیاز ہے' کسی کا محتاج نہیں۔ ارشاد ہے ''اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ' وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ۔ تم سب محتاج ہو' اللہ محتاج نہیں ہے' مگر عیسائی حضرت عیسیٰؑ کی ایک طرف الوہیت کے قائل ہیں دوسری طرف بائبل کہتی ہے کہ حضرت مسیح تمام لوازمات بشریت' کھانے پینے کے محتاج تھے۔

اسلام اللہ تعالیٰ کی طاقت' قوت اور غلبے کا اقرار کرتا ہے ''وَهُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ''اس کے برعکس عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو ایک طرف خدا مانتے ہیں دوسری طرف

انہیں عاجز اور بے بس مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اپنے مخالفین سے کمزور تھے۔

اسلام کی کتاب قرآن حکیم میں حق تعالیٰ کے بارے میں ہے' وہ حی اور قیوم ہے مگر عیسائی حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں لکھ چکے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو دشمنوں نے مار ڈالا اور تین دن قبر میں مدفون رہے۔

اسلام اللہ تعالیٰ کو ابنیت' ابوت سے پاک قرار دیتا ہے' جب کہ عیسائی حضرت مسیح کے بارے میں کہہ چکے ہیں کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں' اسلام اللہ تعالیٰ کو ازدواجی تعلقات سے پاک قرار دیتا ہے' مگر عیسائی یہ ناپاک عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت مریمؑ اللہ تعالیٰ کی بیوی تھیں۔ اس قسم کے بے شمار عجیب و غریب عقیدے ہیں جن کو پڑھ سن کر اسلام کی حقانیت و صداقت کا یقین ہو جاتا ہے اور عیسائیت کے بطلان پر بھی اذعان ہو جاتا ہے۔

جامعہ بیت العتیق (رجسٹرڈ)

کتاب نمبر 6 ﴿اسلام﴾

اسلام ایک دین فطرت ہے' جو عالمگیر پیغام کا حامل اور داعی ہے' جس کی تعلیمات اور دعوت ساری انسانیت کے لیے مفید ہے' اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اور اس نے ساری دنیا کے ادیان پر غالب اور برتر کرنے کے لیے بھیجا ہے' اسلام کی تعلیمات محدود نظام کو چلانے کے لیے نہیں بلکہ پورا نظام زندگی اور لائحہ عمل اسلام میں موجود ہے۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو چاہ ضلالت میں گرنے سے بچاتا ہے' صراط مستقیم پر چلاتا ہے' خطرناک راستوں سے بچنے کی تلقین کرتا ہے' وہ انسان کو بتاتا ہے کہ اس کا فائدہ کس میں ہے اور نقصان کس میں ہے؟ وہ مادی اور روحانی اعتبار سے بھی اصلاح کرتا ہے' سیاسی اور معاشی لحاظ سے مستحکم ہونے کی تدبیریں بھی بتاتا ہے' وہ اخلاقیات کی تعلیم دیتا ہے اور رذائل سے بچنے کا درس بھی دیتا ہے۔

اسلام انسانیت کو انسانی راہوں پر چلنے کی دعوت دیتا ہے' انہیں غیر انسانی طریقے استعمال کرنے سے روکتا ہے' وہ انسان کو حق تعالیٰ کی عبودیت اور بندگی کے مضبوط رشتے سے منسلک کرتا ہے' احکم الحاکمین کی حاکمیت کا درس دیتا ہے' اسے معبود برحق ماننے اور اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا حکم دیتا ہے' انسان کو اپنی مرضیات خالق کائنات کی مرضی کے مطابق اور اپنی منشاء و عزائم کو خالق ارض و سماء کے احکام کے سامنے چھوڑنے کا حکم دیتا ہے۔

اسلام کا معنی ومفہوم:

(1) لغت کی رو سے اسلام کا معنی امن' سلامتی اور آشتی ہے (2) گردن نہادن' کسی کے سامنے اپنی گردن جھکا دینا (3) کسی کے سامنے اپنی عاجزی اور ماندگی کا اظہار کرنا (4)

''اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ''

(آل عمران)

کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کے متلاشی ہیں؟ جب کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ اسی کا تابع ہے (مسلم) یہاں لفظ اسلم اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہے کہ ذرہ سے آفتاب تک فرش سے عرش تک جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کا تابع فرماں ہے۔

اصطلاح شرع میں اسلام لا الـٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا زبان سے اقرار اور دل سے اس کی تصدیق کا نام ہے' اس کا مفہوم یوں ہے کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے اور حضرت محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔

انسان جب یہ کلمہ پڑھ لیتا ہے اور پھر اس پر یقین بھی کر لیتا ہے' تو وہ مسلمان بن جاتا ہے' اس پر اللہ کے تمام احکامات لاگو ہو جاتے ہیں' پنجگانہ نماز اس کے لیے فرض ہو جاتی ہے' صاحب مال و استطاعت ہونے کی صورت میں زکوٰۃ و حج فرض ہو جاتے ہیں' اسی طرح دیگر احکامات اس پر لاگو ہوتے ہیں۔

رفتہ رفتہ اسلام اپنے ماننے والوں کی اصلاح کرتا چلا جاتا ہے' اسلام کسی ایسے دین اور مذہب کا نام نہیں ہے جو صرف اور صرف انسان کی نجی اور ذاتی زندگی پر اثر انداز ہو' جو عبادات' ریاضات' مجاہدات اور چند گنتی کے امور ہیں' بلکہ اسلام ایک ضابطہ اور قانون ہے اور یہ قانون انسانوں کا بنایا ہوا نہیں' بلکہ اسے احکم الحاکمین نے بنایا اور رحمت للعالمین نے اس کے نفاذ کے لئے تیئس سال محنت کی' آپ ﷺ نے جن لوگوں کی اصلاح اور تربیت کی ان کی زندگیاں آپ کے رنگ میں رنگ گئیں' وہ اسلام کی حقیقی اور سچی تصویر بن گئے تھے اسلام کرہ ارضی پر انسان کی خلافت اور الٰہی نظام کے نفاذ کا داعی ہے کہ جب دھرتی اللہ نے بنائی تو پھر اس پر حکمرانی اور نظام بھی اسی کا ہوگا۔

اسلام کسی شخصیت کی طرف منسوب نہیں' جس طرح عیسائیت حضرت عیسیٰ کی طرف

منسوب ہے، یہودیت، یہوداہ کی طرف منسوب ہے، زرتشی ازم، زرتشت کی طرف منسوب ہے، بلکہ اسلام حضرت آدمؑ سے حضرت رحمت دو عالم ﷺ تک کی ان الٰہی تعلیمات کا نام ہے، جو وقتاً فوقتاً انسانوں کی فلاح کے لیے اللہ نے انبیاء کے ذریعے لوگوں کو سنوائیں۔

اسلام انسان کو افراط و تفریط سے بچاتا ہے، غلو و گمراہی سے بچاتا ہے اور اسے ٹھیک ٹھیک راستہ دکھاتا ہے، پگڈنڈیوں کی بجائے اسے صراط مستقیم پر گامزن کرتا ہے، جو چیز اس کے لیے مفید ہے اسے حاصل کرنے اور جو چیز اس کے لیے مضر ہے اس سے بچنے کی تلقین کرتا ہے، یہ ساری تعلیمات قرآن حکیم کی شکل میں موجود ہیں جو ایک مکمل دستور حیات ہے۔

اسلام اکمل و مکمل صورت میں حضرت رحمت دو عالم ﷺ کے ذریعے دنیا میں پھیلا، اس کی تعلیمات و قوانین میں رد و بدل نہیں ہوسکتا، یہ عارضی اور فانی نہیں بلکہ دائمی اور لازوال ہیں ارشاد ربانی ہے "لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللهِ" (یونس) اللہ کی باتوں میں تبدیلی نہیں ہوتی، چونکہ اسلامی تعلیمات اللہ کی باتیں ہیں، جو قرآن کی صورت میں ہیں، دوسری جگہ ارشاد ہے،

"وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللهِ"

(الانعام) اور حق تعالیٰ کی باتوں کو تبدیل کرنے والا کوئی نہیں ہے، دوسری جگہ یوں آتا ہے "وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلًا" (فاطر) آپ خدا کے طریقے میں تبدیلی نہیں پائیں گے، یہ طریقے اور یہ باتیں اسلام ہی کی ہیں، جن میں کسی حکم کی تحریف اور رد و بدل نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ قیامت کی صبح تک اسی طرح چمکتی دمکتی اور روشن رہیں گی۔

انسان کی ابتداء میں حکم:

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت انسان کو ابتدا میں پیدا کیا تو اسے یوں خطاب فرمایا کہ اگر تیرے پاس میری ہدایت آئے تو اس کی اتباع کرنا، ظاہر ہے یہ ہدایت اسلام ہی ہے، اسلام

کی تعلیمات ہی ہیں۔

ارشاد ہوا

"فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (بقرہ)

پس اگر میری طرف سے تمہیں ہدایت پہنچے تو جو شخص میری ہدایت کی اتباع کرے گا اس کے لیے کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔

حضرت ابراہیمؑ مسلمان تھے:

انبیاءؑ کو جو منجانب اللہ احکامات ملے' ان سب کی پیروی دراصل اللہ ہی کی پیروی اور ان کی اتباع اللہ ہی کی اتباع ہے' حضرت ابراہیمؑ جنہوں نے "مسلم" کی اصطلاح استعمال کی اور حضرت رحمت دو عالم ﷺ کی امت کا نام امت مسلمہ تجویز کیا ان کے بارے میں قرآن نے بتایا کہ وہ مسلمان تھے یعنی اللہ تعالیٰ کے مطیع و فرماں بردار تھے ارشاد ربانی ہے

"مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا (آل عمران)

ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ یکسو ہونے والے مسلم تھے دوسری جگہ آتا ہے جب آپؑ سے کہا گیا "اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" آپ تابع فرمان بن جائیں' تو آپؑ نے فرمایا تھا کہ میں جہانوں کے رب کا تابع فرمان بن گیا ہوں۔

اسلام کی محبوبیت:

جیسا کہ اوپر گذرا انبیاءؑ کی تعلیمات اسلام ہی کی شکل میں تھیں' اللہ ہی کے احکامات تھے' لیکن بالخصوص رحمت دو عالم ﷺ کے دین کو دین اسلام قرار دیا گیا' اس کا انتخاب صرف اور صرف آپ ﷺ اور آپ کی امت کے لیے کیا گیا' جیسا کہ قرآن کی آیات سے واضح ہو

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" (مائدہ)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور اسلام کو تمہارے لیے بطور دین پسند کر لیا ہے۔

سچا دین صرف اسلام:

تمام ادیان میں، تمام مذاہب میں ایک اسلام ایسا دین ہے، جس کی صداقت اور حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے "اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام" (آل عمران) بے شک اللہ کے نزدیک (سچا دین) اسلام ہی ہے، باقی ادیان میں تحریف اور اپنی مرضی کی باتیں شامل کی گئی ہیں، لیکن اسلام میں وہی باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ کے ذریعے ہمیں بتائیں، ان میں کوئی ردوبدل اور تحریف نہیں ہو سکتی۔

اہل اسلام کا نام:

حضرت رحمت دو عالم ﷺ کے پیروکاروں اور آپ کی تعلیمات پر چلنے والوں کو مسلمین کا خطاب دیا گیا، اگرچہ معنوی لحاظ سے سابقہ امم جو انبیاء کی باتوں کو تسلیم کرتی تھیں وہ بھی مسلم تھیں مگر حقیقی طور پر "مسلمین" اس امت کا لقب بنا دیا گیا، جس کا معنی ہے تابع دار، اطاعت کرنے والے، مسلمین کسی جماعت، گروہ، تنظیم یا مذہب کا نام نہیں، بلکہ دین اسلام ماننے والوں کو مسلمین کہا گیا، جیسا کہ ارشاد ہے۔

هُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَا (حج)

اسی نے تمہارا نام پہلے ہی سے اور اسی امر کے پیش نظر مسلمین رکھا۔

غیر اسلامی دین مردود ہے:

اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام کی پسندیدگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس

کے بغیر اللہ کسی دین کو قبول نہیں کریں گے۔ ارشاد ربانی ہے

"وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ" (آل عمران)

اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو طلب کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی طرف سے یہ دین کسی صورت میں قبول نہیں کیا جائے گا۔

اسلام عالمگیر دین:

اسلام عالمگیر دین ہے' قیامت کی صبح تک آنے والے انسانوں کو دعوت دیتا رہے گا' اس کے عالمگیر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جس نبی امی ﷺ کو یہ دین عطاء فرمایا گیا' وہ عالم گیر نبی ہیں' جب وہ عالمگیر ہیں تو لامحالہ ان کا دین بھی عالمگیر ہو گا' اللہ تعالیٰ نے رحمت للعالمین ﷺ کی رسالت کا ذکر یوں فرمایا

"وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ"

(سبا) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے' لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے' رحمت دو عالم ﷺ سے خود کہلوایا گیا کہ آپ اعلان کر دیں

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (اعراف)

آپ کہہ دیں کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں' یہ خطاب صرف مکہ مدینہ والوں کے لیے خاص نہ تھا' بلکہ قیامت تک آنے والے لوگ اس کے مخاطب ہوں گے۔

رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا

کَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّةً

(بخاری شریف)

مجھ سے قبل ہر نبی اپنی قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا جاتا تھا' لیکن مجھے تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

اسلام آخری دین ہے:

اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری دین ہے' اس کے بعد کوئی دین نہیں ہوگا' جس طرح حضرت رحمت دو عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں' اسی طرح آپ ﷺ کا دین بھی آخری دین ہے' حضرت ﷺ کے بارے میں ارشاد ہے۔ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" (احزاب) وہ اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں' ظاہر ہے جب نبی خاتم الانبیاء ہیں' تو ان کا دین اسلام خاتم الادیان ہوگا۔

رحمت دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے "خُتِمَ بِيَ الْبُنْيَانُ وَ خُتِمَ بِيَ الرُّسُلُ" (بخاری) میرے ساتھ نبوت کی عمارت مکمل ہو گئی اور میرے ساتھ رسولوں کا سلسلہ ختم ہو گیا' لا نبی بعدی میرے بعد کوئی رسول اور نبی نہیں آئے گا' جب آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا' تو ظاہر ہے کوئی دین بھی آپ کے دین کے بعد نہیں آئے گا۔

اسلامی امت:

قرآن حکیم کی روشنی میں رحمت دو عالم ﷺ کی اسلامی امت کو خیرات کہا گیا ہے' ظاہر ہے حضور ﷺ کی امت میں وہ سارے افراد' مرد و زن شامل ہیں جو قیامت کی صبح تک آئیں گے اور مر جائیں گے' خواہ وہ اسلام لائے یا نہ لائے' مگر سب کو بہترین امت نہیں کہا گیا' بلکہ صرف اس امت کو بہترین امت قرار دیا' جو اسلام لائے' الٰہی احکامات کو مانے' نبوی طریقے اور منہج پر چلے۔ ارشاد ربانی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ تم بہترین امت ہو۔

اسلام کے احکام:

یوں تو اسلام کے بے شمار احکامات ہیں' جن کا ذکر دوسرے مقامات پر ہوگا' لیکن بعض احکامات ایسے ہیں جن میں امت کے ہر فرد کو ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ تم یہ کام کرو' اس کام

میں خیر اور بھلائی ہے' امت محمدیہ ﷺ کو خیر امت کہنے کی وجہ ایک تو یہی ہے کہ اس نے اسلام قبول کیا۔ دوسری وجہ یہ کہ تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو' گویا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس امت کا وصف قرار دیا۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر:

اسلام نے نیکی کا حکم دیا ہے اور برائی سے روکا ہے۔ ارشاد ہے "وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ" (لقمان) نیکی کا حکم کیجئے اور بدی سے روکیے' بہترین امت کی تعریف میں کہا گیا کہ

"تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ"

تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو' قرآن میں آتا ہے کہ ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے "يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" جو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

ارشاد ربانی ہے

"وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ"

(توبہ) مومن مرد و مومنہ عورتیں ایک دوسرے کی رفیق ہیں' ایک دوسرے کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

اہل ایمان کو اگر زمین میں خلافت و نیابت ملے تو وہ نیکی کا حکم کریں گے اور برائی سے روکیں گے "وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ" (حج) آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ایک دوسرے کو نیکی کا حکم کرتے رہو اور برائی سے روکتے رہو

"اِئْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ" (ترمذی)

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا

"مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ" (مسلم)

تم میں جو شخص برائی دیکھے' اسے چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے مٹا ڈالے اگر ایسا نہیں کر سکتا' تو زبان سے اسے روک دے' اگر اس کی طاقت بھی نہیں رکھتا تو کم از کم دل میں اسے برا جانے۔

اسلام چونکہ معاشرے اور سماج میں امن کا داعی ہے' وہ اسے امن و آشتی کا گہوارہ دیکھنا چاہتا ہے' وہ اسے صاف اور شفاف دیکھنا چاہتا ہے وہ برائی' بے حیائی' فحاشی اور منکرات سے اسے آلودہ دیکھنا پسند نہیں کرتا' اسی بناء پر جگہ جگہ اسلام حکم دے رہا ہے کہ نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو' جب نیکی عام ہو گی اور برائی کی حوصلہ شکنی ہو گی تو پھر انسانیت امن اور چین کا سانس لے گی' جب انسانوں میں برائی عام ہو جائے گی' تو پھر انسانوں اور حیوانوں میں کیا فرق باقی رہ جائے گا۔

ایک معبود کی پرستش:

اسلام نے جگہ جگہ ایک معبود کی عبادت کا حکم دیا ہے کہ اللہ اکیلا اور تنہا ہے' اس کا کوئی ساجھی شریک اور ہمسر نہیں ہے اس کی ذات و صفات میں کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانے والے ظالم اور گنہگار ہیں' ان کا انجام کار جہنم ہے' ارشاد ہے "فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ" جان لے کہ بے شک اللہ ہی معبود ہے' جو اس کی معبودیت میں شک کرے' اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک مانے تو وہ سزا وار عذاب ہے۔

"وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا"

جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پہنچا۔

اسلام نے بتایا کہ بے شمار جرائم کی معافی مل جائے گی' مگر ایک جرم ایسا ہے' جو جرم عظیم ہے' وہ نا قابل معافی ہے "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ" اللہ اس بات کو

معاف نہیں کریں گے کہ ان کے ساتھ شرک کیا جائے کسی دوسرے کو اللہ کا شریک ٹھہرایا جائے۔

حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی "لا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ" (سورۃ لقمان) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ حضرت رحمت دو عالم ﷺ کو کہا گیا

"لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ"

اگر آپ نے شرک کیا تو سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ قرآن حکیم میں کئی مقامات پر شرک کی مذمت کی گئی ہے۔

اسلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف ابنیت اور ابوت کی نفی کی ہے اور مشرکین مکہ کے الزامات کے جواب میں واضح کہا

"سُبْحَانَهُ تَعَالٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ"

جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں اللہ ان چیزوں سے پاک ہے' دوسرے مقام پر یوں آتا ہے۔ "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ" نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ کسی سے جنا گیا ہے' شرک کی تمام جڑیں اسلام نے کاٹ کر ایک معبود برحق کو ماننے کی تعلیم دی' اس کی عبودیت اور بندگی کی طرف متوجہ کیا' اس کو خالق اور پالن ہار سمجھنے کی دعوت دی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ وہ اکیلا الٰہ ہے' اگر اس کائنات میں دو خدائی نظام رائج ہوتا' تو کائنات ہستی کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا' ایک خدا کہتا میں سورج مشرق سے طلوع کروں گا' دوسرا کہتا میں مغرب سے طلوع کروں گا' اس لیے اسلام نے سیدھا اور واضح طور پر ایک ہی خالق' مالک اور رازق کو تسلیم کرنے کا حکم دیا۔

☆..........☆☆☆..........☆

اسلامی عبادات:

اس بناء پر اسلام کی تعلیمات واضح ہیں "وَاعْبُدُوا اللہَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا" (نساء) اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ' دوسرے مقام پر آتا ہے "اُعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ" (البقرہ) اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا "اُعْبُدُوا اللہَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ" (اعراف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں "اَنِ اعْبُدُوا اللہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ" (   ) اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے دور رہو۔

اسلام نے جگہ جگہ اللہ کی عبادت کا حکم دیا ہے اور غیر اللہ کی عبادت سے روکا ہے' شیطان کی پرستش اور پوجا سے روکا ہے "مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اِلَّا اَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ" (یوسف) تم اللہ کی عبادت چھوڑ کر بے حقیقت ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم اور تمہارے آباء نے خود گھڑے ہیں' جیسا کہ عرب کے مشرکین کہتے تھے "نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِيْنَ" (شعراء) ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور دن بھر ان سے لگے بیٹھے رہتے ہیں۔

اسلام نے ان لوگوں کو جنت کی خوشخبری سنائی ہے' جو شیطان اور طاغوت کی عبادت سے دور رہتے ہیں "وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْا اِلَى اللہِ لَهُمُ الْبُشْرٰى" (زمر) جو لوگ شیطان کی عبادت سے بچتے ہیں اور اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں' ان کے لیے خوشخبری ہے۔

جنہوں نے اللہ کی عبادت و پرستش کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا اور پرستش کی ان پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہوئی "مَنْ لَّعَنَهُ اللہُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ" (مائدہ) جن پر اللہ کی لعنت ہوئی اور اس کا غضب ہوا اور ان میں سے کئی لوگوں کو بندر اور سؤر بنا دیا اور جنہوں نے شیطان کی پوجا کی۔

ارشاد ہوتا ہے "اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ" (یٰسین) اے آدم کی اولاد کیا ہم نے تمہیں اس بات کی تاکید نہیں کی تھی کہ تم شیطان کی بندگی نہ کرنا یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے' حضرت ابراہیمؑ نے بھی اپنے باپ آزر کو شیطان کی پوجا سے روکا تھا۔ قرآن میں یوں ارشاد ہوا "يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ" (مریم) اے اباجان شیطان کی عبادت نہ کریں۔

اسلام ایک مکمل نظام:

اسلام صرف عبادات' ریاضات اور مجاہدات کا نام نہیں ہے' تسبیح وتہلیل اور ذکر وفکر کا نام نہیں ہے' چند رسومات اور رواجات کے مجموعے کا نام نہیں ہے' بلکہ اسلام ایک مکمل نظام حیات کا نام ہے' جس کا ہر کام ایک خاص ڈھب اور طریقے سے ہے' جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر گہرا اثر ڈالتا ہے' اگر انسان اسلام کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرے تو دنیا و آخرت میں سرخرو ہو جائے' دنیا میں ایک مہذب فرد کی حیثیت سے اور آخرت میں ایک جنتی کی حیثیت سے کامیاب ہو جائے۔

اسلام یہ نہیں کہ عبادت ومجاہدے کے لیے گھر بار چھوڑ دیا جائے' اہل وعیال کو خیر آباد کہہ دیا جائے' بیوی بچوں کی پرواہ کیے بغیر جنگلوں اور صحراؤں میں ڈیرہ لگا لیا جائے' وہاں ذکر اذکار میں صبح وشام گزر جائے' بیوی بچوں کی اپنے متعلقین رشتہ دار اقرباء کی پرواہ تک نہ ہو' یہ طریقہ اسلام میں نہیں' یہ عیسائیت کا خانہ ساز کام ہے' یہ ان کی اپنی بنائی ہوئی بدعت ہے جسے وہ کار ثواب سمجھتے ہیں' اسلام نے اس طریقہ کو رہبانیت قرار دیا ہے' شارع اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا "لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ" (نیل الاوطار ج) اسلام میں رہبانیت نہیں ہے اور عیسائیوں نے جو طریقہ اختیار کیا' وہ ربانی حکم نہیں تھا' بلکہ وہ ان کا اپنا بنایا ہوا تھا' قرآن حکیم میں یوں آتا ہے "وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ" (سورہ حدید)

انہوں نے رھبانیت کی راہ خود اپنائی ہم نے انہیں اس کا حکم نہیں دیا تھا۔

صحابی رسول حضرت عثمان بن مظعون ؓ نے آنحضرت ﷺ سے خصی ہو جانے کی اجازت طلب کی' تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ "اِنَّ اللّٰہَ اَبْدَلَنَا بِالرَّھْبَانِیَّۃِ الْحَنِیْفِیَّۃَ السَّمْحَۃَ" (نیل الاوطار) ہمیں اللہ نے رہبانیت کی بجائے آسان خالص دین ابراہیم عطاء فرمایا۔ ارشاد رسالت ﷺ آیات قرآنی سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ انسان کو معاشرے سے کٹ کر ایک طرف ہو جانے کا حکم نہیں دیتے' بلکہ معاشرے کے تمام افراد مل جل کر اللہ کے قوانین کو دنیا میں نافذ کریں اور ان کے مطابق زندگی بسر کریں۔

اسلام صرف فرد سے متعلق بات نہیں کرتا' بلکہ وہ جہاں افراد کی اصلاح کا بیڑا اٹھاتا ہے وہاں اجتماعیت کا بھی پورا پورا خیال رکھتا ہے' اسلام معاشرے اور سماج کے ہر میدان میں اپنا واضح کردار ادا کرتا ہے' سیاسی میدان میں انسان کی دست گیری کرتا ہے' معاشی میدان میں انسان کی اصلاح بھی کرتا ہے' معاشرتی لحاظ سے انسان کو بام عروج تک پہنچانے کے وسائل فراہم کرتا ہے۔ معاشی میدان غرضیکہ اسلام ہر شعبہ زندگی میں اپنا کام دکھاتا ہے' وہ انسان سے بے وفائی نہیں کرتا بلکہ قدم قدم پر اس کا مدد و معاون ثابت ہوتا ہے' کائنات میں صنعت و کاریگری کے جتنے کرشمے نظر آتے ہیں یہ اسلام کی وفاداری کے عکاس ہیں۔

اسلام اور اصلاح:

1- اسلام انسان کی اصلاح کرتا ہے' تاکہ انسان آلودگیوں اور بد اعمالیوں کی بجائے نیک اعمال اور صاف ستھرا رہے' انسان ظاہری طور پر جس طرح نجاست سے دور رہتا ہے اسی طرح روحانی لحاظ سے بھی آلودگیوں سے احتراز کرے' گناہوں سے بچے' زبان سے لغویات اور فضولیات کی بجائے کام کی باتیں کرے' زبان کو غلط استعمال نہ کرے' دماغ سے غلط نہ سوچے' اپنی صلاحیتوں کو یونہی ضائع نہ کرے بلکہ انہیں اصل کام پر صرف کرے' جس سے اسے دنیا و آخرت میں فائدہ ہو۔

اسلام نے بدخلقی اور بدزبانی سے بچنے کا حکم دیا ہے' بداخلاقی سے دوسرے انسان کو ضرر اور نقصان پہنچ سکتا ہے' رحمت کائنات ﷺ اعلیٰ اخلاق کی تعلیم کے لیے مبعوث فرمائے گئے تاکہ انسانوں کو رذالتوں سے بچایا جائے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا "بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ "(مشکوۃ) میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں اور پھر یہ ارشاد فرمایا۔ "اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ "(مسلم) نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے۔

2- اسلام نے صبر و تحمل اور برداشت کی تلقین کی ہے' کسی ناخوشگوار واقعہ سے انسان رنجیدہ خاطر ہوتا ہے' اس کے اثرات انسانی طبیعت پر پڑتے ہیں' جس سے غصہ پیدا ہوتا ہے' حالات دگرگوں ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے' انسانوں میں باہمی ناچاکی اور اختلاف رونما ہونے کا خطرہ ہوتا ہے' اس لیے اسلامی تعلیم میں یہ ہے کہ اہل ایمان غصہ پی جاتے ہیں' غصہ پی جانا تقویٰ کی علامت ہے "وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ "(آل عمران) تقویٰ والوں کی علامت یہ ہے کہ غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں سے درگزر کر دیتے ہیں۔

3- اسلام نے کبر و رعونت' غرور و سرکشی کی ممانعت کی ہے اور انسان کو سمجھایا ہے کہ کبریائی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے' بڑائی اللہ کی چادر ہے' جو اسے چھیننے کی کوشش کرے گا' اللہ اسے رسوا اور ذلیل کر دیں گے' اس لیے اسلام نے تعلیم دی کہ عجز و انکساری اپنائی جائے "وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا "(لقمان) لوگوں سے گفتگو کرتے وقت اپنے گالوں کو ٹیڑھا نہ کر اور نہ ہی زمین پر اکڑ کر چل' دوسرے مقام پر آتا ہے کہ تو زمین پر اکڑ کر نہ چل نہ تو اپنی چال سے زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ گردن کشی سے پہاڑوں کی طوالت کو پہنچ سکتا ہے' تکبر ایسی بیماری ہے' جس سے انسان اپنے آپ کو سب کچھ سمجھ کر دنیا و مافیہا کو اپنے سے ہیچ اور کمتر سمجھتا ہے' یہ بات اللہ کو ناپسند ہے۔

4- اسلام نے دھوکہ دہی' بددیانتی' خیانت اور کذب سے منع کیا ہے' اس سے معاشرے میں بگاڑ اور فساد پیدا ہوتا ہے' انسانوں کو ایک دوسرے پر اعتماد نہیں رہتا "رحمت

للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا" الصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْكِذْبُ یُهْلِكُ "سچائی نجات دیتی ہے اور جھوٹ ہلاکت میں ڈالتا ہے اور پھر فرمایا سچائی نیکی کی طرف اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور جھوٹ بدی کی طرف لے جاتا ہے اور بدی جہنم کی طرف لے جاتی ہے (بخاری) مسلم شریف کی رویت میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ظلم سے بچو اس لیے کہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی شکل میں ہوگا (مسلم) حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا چار خصلتیں جس میں ہوں گی وہ پکا منافق ہوگا اور ان میں سے ایک خصلت جس میں ہوگی اس میں نفاق کی ایک صفت ہوگی۔ 1- اگر کسی کے پاس امانت رکھی جائے اس میں خیانت کرے۔ 2- وعدہ کرے اور پھر اسے پورا نہ کرے۔ 3- جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ 4- جب کسی سے جھگڑے تو منہ سے گالیاں نکالے (مسلم) حضرت ﷺ نے نرمی اختیار کرنے کا حکم دیا اور ترش روئی اور بدکلامی سے روکا (مسلم) حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا "لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ" (مسلم) چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا' اس قسم کی بے شمار اسلامی تعلیمات ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام یکسر تمام معاشرے کی اصلاح کو ضروری سمجھتا ہے۔

دین اور مذہب:

1- دین عربی زبان کا لفظ ہے اور عربی زبان میں دین کا لفظ مختلف معانی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے' اس کا معنی مذہب' مسلک' دھرم' ایمان (فیروز اللغات)

2- دِیْنٌ' اس کی جمع ادیان ہے' مذہب' عقیدہ' پرہیزگاری' عبادت' جزا' بدلہ

(القاموس الجدید)

3- شریعت کی تابعداری کا نام دین ہے (بیان القرآن) امام لغت راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں دین کی تعریف وتشریح یوں کی ہے" الطاعَةُ والجزاء مستعير للشريعة والدِّيْنُ كالْمِلَّةِ يقال اعتباراً بالطاعة والانقياد للشريعة "دین کے

معنی طاقت اور جزاء کے ہیں مگر شریعت کے لیے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے' دین اور ملت کا ایک معنی ہے اس لحاظ سے کہ شریعت کے سامنے اپنی گردن تسلیم خم کرنا لازم ہے۔

دین کا ماحصل کیا ہے؟ جس قدر غور کیا جائے گا ان چار باتوں سے باہر کوئی بات دکھائی نہ دے گی۔ 1- خدا کی صفات کا ٹھیک ٹھیک تصور' اس لیے کہ انسان کو خدا پرستی کی راہ میں جس قدر ٹھوکریں لگی ہیں' صفات ہی کے تصور میں لگی ہیں۔ 2- قانون مجازات کا اعتقاد یعنی جس طرح دنیا میں ہر چیز کا ایک خاصہ اور قدرتی تاثیر ہے' اسی طرح انسانی اعمال کے بھی معنوی خواص اور نتائج ہیں' نیک کا عمل نتیجہ اچھائی ہے برے کا برائی۔ 3- معاد کا یقین یعنی انسان کی زندگی اسی دنیا میں ختم نہیں ہو جاتی' اس کے بعد بھی زندگی ہے اور جزاء کا معاملہ پیش آنے والا ہے۔ 4- فلاح وسعادت کی راہ اور اس کی پہچان (ترجمان القرآن ج 1 مولانا آزادؒ)۔

دین کا لفظ جس طرح قرآن وسنت میں استعمال ہوا ہے' اس کی روشنی میں اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ وہاں استعمال کیا جہاں اس کی خاص [illegible] تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ [illegible] باقی جو انسانوں کے دعوے ہیں پادشاہی اور حکمرانی کے وہ سب اس اعلیٰ اقتدار کے سامنے ہیچ اور فانی ہیں۔ 2- دین کا لفظ وہاں بولا گیا ہے' جہاں یہ بتلانا مقصود تھا کہ اللہ کی حاکمیت کے سامنے تسلیم ورضا کی گردن جھکا دی جائے۔

3- دین سے مراد وہ نظام' وہ فکر' وہ عمل ہے جو حق تعالیٰ کی حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ کے زیر اثر ہے۔ 4- دین سے مراد جزاء وسزا ہے' حق تعالیٰ کی حاکمیت کے سامنے جس نے اطاعت وبندگی کے پر بچھا دیئے اسے جزائے خیر ملے گی اور جس نے احکم الحاکمین کی حاکمیت کے سامنے تمرد' سرکشی' نافرمانی اور بغاوت کا اعلان کیا اسے سزا ملے گی' قرآن حکیم میں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں تجنیس کے ساتھ قیامت کا ذکر موجود ہے' جہاں نافرمانوں کو

فرمانبرداروں سے الگ کیا جائے گا' جزاء وسزا ملے گی' نافرمان جہنم میں دھکیل دیے جائیں گے اور مطیع وفرمانبردار جنت کے نعمت کدوں میں داخل ہو جائیں گے۔

لفظ دین اور قرآن:

قرآن حکیم میں لفظ دین اس نظام زندگی پر بولا گیا ہے' جس نظام کے نفاذ کی خاطر حضور اکرم ﷺ کو قیامت تک کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا' تا کہ وہ اس نظام کو اس قانون اور دین کو پوری دنیا کے ادیان پر غالب کر دیں' دنیا کے سارے قاعدے' ضابطے' قانون اور کلیے اس کے سامنے بے بس ہو جائیں گے "هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ" (صف) اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا' تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ جب اسلام کی شعاعیں چمکیں تو ادیان دنیا کے دیوے بے نور ہو گئے۔

دوسری جگہ لفظ "دین" کے بارے میں ارشاد ربانی ہے "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" (المائدہ) آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام از روئے دین پسند کر لیا ہے' "اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ" (آل عمران) بے شک (سچا دین) اللہ کے نزدیک اسلام ہے' دوسری جگہ یوں آتا ہے' "وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ" (آل عمران) اور جو اسلام کے علاوہ کوئی دین ڈھونڈے گا' ہرگز اس سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

ان آیات میں دین ایسے آفاقی اور دائمی نظام زندگی کو کہا گیا ہے' جو ہر لحاظ سے کامل' مکمل اور اکمل ہے' جس کی صداقت اور حقانیت روشن دن سے زیادہ واضح ہے' جو اس نظام کے علاوہ کسی نظام کی جستجو وتلاش کرے گا' وہ نظام قباحتوں اور خامیوں سے خالی نہیں ہو سکتا' دین اسلام کے علاوہ جو دین اور جو نظام ہوگا وہ فرسودہ اور بے ہودہ ہوگا' جو اس کے منہ پر مار دیا جائے گا' اللہ کے ہاں شرف قبولیت حاصل نہیں کر سکتا۔

قرآن و سنت کی روشنی میں دین اور اسلام ایک ہی نظام اور قانون کے دو نام ہیں' کسی جگہ اسلام کو دین کہا گیا اور کسی جگہ دین کو اسلام کہا گیا' معلوم یہ ہوا کہ دین اور اسلام کے معانی جدا جدا ہیں' مگر مطلب اور مراد دونوں کی ایک ہی ہے' دین سے مراد خدا تعالیٰ کی ذات و صفات پر ایمان لانا' آخرت کی جزاء و سزا پر ایمان لانا' خدا تعالیٰ کے پیغمبر جو احکام لے کر آئے ان پر ایمان لانے کا نام دین ہے' غرضیکہ اللہ کا آفاقی اور عالمگیر نظام دین ہے اور اسی کو اسلام بھی کہتے ہیں۔ امام راغب اصفہانی نے دین اور ملت کو مترادف قرار دے کر یہ فرق واضح کیا کہ دین کی نسبت اللہ کی طرف ہوتی ہے اور ملت کی نسبت نبی کی طرف ہوتی ہے' جیسے قرآن کریم بیان کرتا ہے "اتبعو ملۃ ابراھیم حنیفا" (آل عمران) دین ابراہیمی کی یکسو ہو کر اتباع کرو۔

مذہب:

مذہب کے لغوی معانی دوسرے مقام پر بیان ہو چکے ہیں' یہاں دہرانے سے ضخامت بڑھ جائے گی' وہاں ہی دیکھ لیے جائیں۔

مذہب ان احکامات اور ہدایات کا نام ہے' جو حق تعالیٰ نے انسانوں کی رشد و ہدایت کے لیے وقتاً فوقتاً انبیاء کے ذریعے بھیجی ہیں' جن کی روشنی میں انسان کے دنیاوی عقدے کھل سکیں اور وہ عقبیٰ میں کامرانی و کامیابی سے ہمکنار ہو سکے' مذہب انسان کے جسمانی اور روحانی تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔

مذہب عبادت و ریاضت کے طریقوں' معاشرتی اصولوں' باہمی تعلقات و معاملات کے قوانین' حلت و حرمت' جائز و ناجائز کی حدود سے آگاہ کرتا ہے حق تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں مختلف قوموں کے احوال جاننے اور پرکھنے کے لیے انبیاء کو شریعتیں اور مذاہب عطا کیے۔

دراصل مذہب قانونِ شریعت کے بتلائے ہوئے راستوں پر چل کر منزل مقصود تک

رسائی کا نام ہے' دین کے کام' دین کے اصول اور قوانین کے مطابق انسان رفتہ رفتہ تربیت حاصل کرے اور شائستگی و تہذیب کے ساتھ جو آفاقی نظام ہے اس کی اتباع کرے۔ یوں اگر دیکھا جائے تو نت نئے نئے مذاہب کی موجودگی اور طریقوں کی وجہ سے کسی نے مذہب کی صحیح تعریف ہی نہیں کی' جو تھوڑی بہت بیان کی جاتی ہے وہ قرآن کریم کی مختلف آیات کی روشنی میں بیان کی جاتی ہے۔

مذہب اور لفظ سبیل:

قرآن کریم میں ایک مقام پر مذہب کے لیے "سبیل" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے "اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ" (النحل) اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا' دوسری جگہ یوں آتا ہے "وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ" (لقمان) اور اس کے راستے کی اتباع کر جو میری طرف رجوع کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ مذہب ان طریقوں اور راستوں کو کہا جاتا ہے' جن پر چل کر منزل مقصود تک پہنچا جائے اور وہ منزل اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہیں' مذہب کی بعض باتوں میں اختلاف بھی ممکن ہے' مثلاً جس طرح مسلمانوں کے چار مسلک ہیں' حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی' ان میں بعض بعض باتوں پر اختلاف پایا جاتا ہے' لیکن یہ بات مسلم ہے کہ اختلافات کے باوجود بھی مذہب اللہ تک پہنچاتا ہے' بشرطیکہ اس کے اصول و کلیات درست اور منشاء خداوندی کے مطابق ہوں۔

مذہب اور الٰہی تعلیمات کے بارے میں قرآن حکیم میں "شریعت" اور "منہاج" کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے "لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَۃً وَّمِنْهَاجًا" (مائدہ) ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے شریعت اور راستہ مقرر کیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے "ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَۃٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ

اَھْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ" (الجاثیہ) پھر ہم نے تمہیں اس معاملہ میں دین پر چلایا پس اس کی اتباع کریں اور ان لوگوں کی خواہشات کی اتباع نہ کریں جو جانتے نہیں۔ شرعہ اور شریعت سے مراد طریقہ الٰہیہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سکھایا' جس پر چل کر انسان کامیابی حاصل کر سکتا ہے' یہاں جسے شریعت اور شرعہ کہا گیا ہے' یہی اصل میں مذہب کا مفہوم ہے۔

مذہب کے مفہوم میں لفظ "ہدایت" بھی استعمال ہوا ہے' ائمہ کے بارے میں ہے "جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا" (السجدہ) ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے' جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے' دوسری جگہ آتا ہے "رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی" (طٰہٰ) ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شے کو اس کی پیدائش دی پھر اسے راہ دکھائی' دوسری جگہ آتا ہے "فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ" (بقرہ) پس جو میری ہدایت پر چلا اس پر کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔ ارشاد ہے "سَیَهْدِیْهِمْ وَیُصْلِحُ بَالَهُمْ" (التغابن) ان کی راہنمائی کرے گا اور ان کی حالت درست کرے گا۔ ان تمام آیات میں ہدایت راہنمائی کے معنی میں استعمال ہوا ہے' راہنمائی ان چیزوں کی جنہیں انسان اپنائے' ان قوانین کی جن کی انسان پابندی کرے' ان احکامات کی راہنمائی جن کو انسان تسلیم کرے' ان اصولوں کی راہنمائی جن کی انسان پاسداری کرے' ان طریقوں کی جن پر انسان چلے۔ یہ اصول طریقے اور قوانین مذہب ہی تو ہے' معلوم ہوا کہ یہاں مذہب کا معنی لفظ "ہدایت" کے ساتھ کیا گیا۔

اسلام کا تصور حیات اور انسانیت

اسلام زندگی کا مخالف نہیں کہ انسان زندہ کیوں ہے؟ بلکہ اسلام تو اس زندگی کو احسن انداز سے گزارنے کا خواہاں ہے' یہ زندگی مستعار زندگی ہے' عارضی اور فانی زندگی ہے' اس میں دوام اور بقاء نہیں ہے' یہ چند روزہ زندگی ہے' مگر اندھیری رات ہے' حضرت آدم تا ایں دم کتنی قد آور شخصیات رونما ہوئیں' مگر اوجھل ہو گئیں' موت کے آگے پیچھے سے نہ بچ سکیں' داعی اجل کی دعوت پہ لبیک کہہ گئیں۔

ارشاد ربانی ہے

"کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ" (الرحمان)

کرہ ارضی پر جو کچھ بھی ہے اسے فناء ہے بقا نہیں ہے' فضاء میں جو کچھ ہے اسے بھی [illegible] ہی فناء ہے' سمندروں کی تہہ میں جو تیرتی ہے اسے بھی موت اور فنائیت آ کے گی' ایک [illegible] ہے جو [illegible] اور ابدالاباد رہے گی' اسے فنائیت اور زوال نہیں ہوگا۔

انسان مادی زندگی میں بڑی بڑی آرزوئیں اور امنگیں رکھتا ہے' عالی شان محلات' فلک بوس عمارات اور کروفر سے زندگی بسر کرنے کی سوچتا ہے' انسان ابھی سوچوں کی دنیا میں ہی گم ہوتا ہے کہ ملک الموت حاضر ہو جاتا ہے' اور اس کی روح قفس عنصری سے نکال لیتا ہے' انسان کی امنگیں امنگیں ہی رہتی ہیں' انسان کی سوچ رہ جاتی ہے' انسان کسی دوسرے جہان میں چلا جاتا ہے۔

اسلام انسان کو یہ بتاتا ہے کہ جس زندگی پر وہ بھروسہ رکھتا ہے یہ ناپائیدار ہے بھروسے کے قابل نہیں ہے' اس زندگی پر بھروسہ کرنا اپنے آپ کو دھوکہ دینے سے کم نہیں ہے' دنیا کے مال و اسباب' زمین و جائیداد' کوٹھی اور بنگلے یہ سب یہاں رہ جانے والی چیزیں ہیں'

جس طرح انسان اس جہان سے رخت سفر باندھ لیتا ہے' ایک وقت آئے گا کہ ساری دنیا تہس نہس ہو جائے گی' آسمان ٹوٹ ٹوٹ جائیں گے' چاند بے نور ہو جائے گا' ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں گے' پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے ہوں گے' آسمان سطح زمین کے ساتھ برابر ہو جائے گا' اسرافیل کے صور سے ساری دنیا موت کے منہ میں چلی جائے گی۔

اسلام یہ دکھلاتا ہے کہ دیکھو حضرت آدم دنیا پہ آئے ان کے بعد انبیاء کا سلسلہ جاری رہا' سارے اپنے اپنے فرائض کی انجام دہی کے بعد دوسرے جہان کی طرف روانہ ہو گئے ہیں' ابتدائے آفرینش سے اس وقت تک اربوں کھربوں انسان مردوزن موت کے حوالے ہو گئے' بڑے بڑے محلات والے زرق و برق لباس پہننے والے' کئی کئی سو خزانوں کے مالک' دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پادشاہی کا دعوی کرنے والے' دنیا میں ربوبیت اور بڑائی کا دعوئ کرنے والے' فلک بوس عمارات کے مالک' پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر منٹوں سیکنڈوں میں مکانات تعمیر کرنے والے' طویل القامت عظیم الجثہ لوگ اس دنیا سے محو ہو گئے' مٹ گئے۔

اسلام انسان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس چند روزہ زندگی کو غنیمت جان لے اس دنیا میں ربانی احکامات کی پیروی کرے' تاکہ تیری آخرت کی زندگی سنور جائے۔

اِتَّبِعُوْٓا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ "(الاعراف)

تمہارے رب کی طرف سے تمہیں جو ہدایت کی گئی ہے اسی کی اتباع کرو' اس کے علاوہ دوسرے کارسازوں کی اتباع نہ کرو۔ چونکہ یہی اس زندگی میں کامیابی کا سرمایہ ہے' اتباع خداوندی ہی انسان کی نجات اور فلاح اور انسان کی کامیابی کی کلید ہے۔

جو لوگ اس عارضی زندگی میں باطل کے پرستار بن گئے' حق سے منحرف ہو گئے وہ قعر ذلت میں گر گئے

"وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ "(العنکبوت)

جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور اللہ سے کفر کیا وہی دراصل نقصان میں ہیں' کامیابی اور فوائد تو ایمان باللہ سے حاصل ہوتے ہیں' کفر کے انکار سے حاصل ہوتے ہیں۔ چند روزہ زندگی میں اگر انسان ایمان وایقان کی بے پایاں دولت حاصل کرنے سے تہی دست رہا' اللہ کو راضی نہ کر سکا تو وہ خسران میں چلا گیا' خسارے اور ٹوٹے کا سودا کر بیٹھا

"وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ" (المائدہ)

اور جو شخص ایمان لانے سے انکار کرے' پس اس نے تو اپنے اعمال ضائع کر دیئے اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے۔

یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ اسلام دنیا سے تعلق تڑوا کر ایک طرف دھکیلنا چاہتا ہے' کیونکہ اسلام دنیا سے کاٹنا نہیں چاہتا' بلکہ اسلام یہ کہتا ہے کہ دنیا مقصد نہیں ہے' دنیا ضرورت ہے اور ضرورت ضرورت کی حد تک ہی ہونی چاہیے' اس میں ایسے امور سے بچا جائے جن کے ہو جانے کے بعد ندامت وشرمندگی اٹھانا پڑے اسلام دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے سے منع نہیں کرتا یہاں ضروریات پوری کرنے سے منع نہیں کرتا۔

ارشاد ہے

"يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ" (البقرہ)

اے لوگو! جو کچھ زمین میں حلال اور پاکیزہ ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کی اتباع نہ کرو' حلال و پاک چیزیں استعمال کی جائیں' حرام سے بچا جائے یہ بھی انسانی زندگی کے لیے سود مند ہے' اگر انسان حرام خوری اور جائز و ناجائز ذرائع سے رطب و یابس ہضم کرے گا تو یہ دونوں جہانوں میں نقصان والا سودا ہوگا۔

اسلام نے اللہ کی حلال کردہ چیزوں سے نفع اٹھانے کا حکم دیا ہے اور پھر اللہ ہی کی

مرضی پر چلنے کا ہی حکم دیا ہے' اللہ نے ایک چیز کو حلال کر دیا انسان اسے حلال ہی سمجھے' اللہ نے ایک چیز کو حرام قرار دیا' انسان اسے حرام ہی سمجھے یعنی اس عارضی زندگی کو خالق کی اتباع میں لگا دے' اللہ کے فرمان پہ تسلیم ورضا کی گردن خم کر دے' اپنی طرف سے نہ حدیں بنائے اور نہ ہی حدود سے تجاوز کرے' یہ دنیا کی نعمتیں اور اشیاء سب انسان کے لیے ہیں' یہ انسان کی ضرورت ہیں جب کہ انسان ان میں سے کسی کی ضرورت نہیں ہے' گویا کہ اشیاء انسان کے لئے بنی ہیں اور انسان اللہ کے لیے۔

ارشاد ربانی ہے

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ" (المائدہ)

اے اہل ایمان جو پاکیزہ اشیاء اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں انہیں اپنے اوپر حرام نہ کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور حلال و پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو اللہ نے تمہیں دی ہیں اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو' یہ اسلام کا تصور حیات ہے' جس کے مطابق اسلام انسان کی زندگی کو دیکھنا اور بنانا چاہتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے

"قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ" (الاعراف)

فرما دیجئے! کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام قرار دیا ہے' جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی ہے اور کس نے پاکیزہ رزق کو حرام کر دیا ہے' معلوم ہوا کہ اسلام کے تصور حیات میں اللہ کی عطاء کردہ نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کی ممانعت نہیں ہے کہ دنیا کی زندگی میں انسان ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے' دنیا سے کوئی سروکار نہ رکھے' آیت مبارکہ سے یہ بات

ثابت ہو رہی ہے کہ انسان کے لیے اس نے زینت بنائی ہے اور حلال رزق [illegible] ان کے لیے کس نے حرام کیا ہے؟ یعنی انسان ان سے فائدہ اٹھائے۔

اسلام کے عالمگیر پیغمبر انسانی زندگی کے لیے رحمت بن کر جلوہ گر ہوئے' نیکی کی دعوت دی اور انسانوں کو راحت و آرام کے ساتھ زندگی بسر کرنے اور برائیوں سے اپنے آپ کو بچانے کا کہا' تا کہ ان کی دنیاوی زندگی بھی عمدہ گزرے اور آخرت کی زندگی بھی اچھی ہو جائے۔

ارشاد ربانی ہے

"یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ" (الاعراف)

وہ انہیں نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور پاک چیزیں ان کے لیے [illegible] کے لیے حرام کرتے ہیں اور ان سے وہ بوجھ اور بندشیں دور کرتے ہیں' جو ان پر تھیں' نبی اکرم ﷺ [illegible] اسلام کے [illegible] بن کر آئے جو سپہ سالار دین بن کر آئے' انہوں نے دنیا کی آلائشوں اور بندشوں کو ختم اور انہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا' اسلام دنیا کی زندگی کا مخالف نہیں اور نہ ہی اس سے لطف اندوز ہونے کی ممانعت کرتا ہے۔

اسلام کا تصور حیات سادہ اور دلنشین ہے' مگر اس سادگی کا یہ مطلب بالکل نہیں کہ انسان دنیا میں ہاتھ پاؤں باندھ کر رہ جائے' اگر بیٹھا ہے تو بیٹھا رہے' کھڑا ہے تو کھڑا رہے' انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتوں سے سرفراز ا ہے دماغ دیا ہے' تا کہ اس سے انسان سوچے' بے سوچے سمجھے کوئی کام نہ کرے' آنکھیں انسان کو دی ہیں' ان سے دیکھے اور بے دیکھے یوں ہی گڑھوں اور کھائیوں میں افتاں و خیزاں نہ رہے' کان سننے کے لیے دیئے ہیں' ان سے سنے' بہرہ نہ بن رہے' زبان دی ہے انسان اس سے بولے' کلام کرے' اس سے

لغو بکواس خرافات کی بجائے اپنے خالق کی تسبیح و تقدیس بیان کرے اس کا شکر ادا کرے اس کے گن گائے اس کی مدح و توصیف کرے۔

سورج کو مسخر کر دیا کہ وہ انسان کو حرارت پہنچائے' اندھیروں کو پاٹ دے' چاند چاندنی بکھیرے' ستارے جگمگائیں' پانی انسان کی پیاس بجھائے' کھانا انسان کی بھوک ختم کرے' آگ روشن ہو' تا کہ انسان اس سے فائدہ اٹھائے' غرضیکہ اس کائنات رنگا رنگ کی تمام چیزیں انسان کے لیے بنائی گئی ہیں' جب کہ ایک انسان ہے' انسان کی زندگی ہے' وہ صرف اور صرف اللہ کے لیے' تا کہ انسان اس زندگی میں اللہ کو خوش رکھے' بس اور بس۔

حیات دنیوی کی مثال:

انسان دنیا کی زندگی میں کامیابی و کامرانی کے لیے زمین آسمان کے قلابے ملانے کی کوشش کرتا ہے' بڑے بڑے پاپڑ بیلتا ہے' حالانکہ یہ فانی دنیا ہے' فانی زندگی ہے' بے وفا زندگی ہے' اللہ تعالیٰ نے نازو نعم بسر کرنے والوں اور اس زندگی پر غرور کرنے والوں کو یوں سمجھایا کہ یہ زندگی کیا ہے؟

"وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيَاحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا" (الکھف)

ان کے سامنے دنیوی زندگی کی مثال بیان کیجئے' اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی اتارا اور اس کی وجہ سے زمین کے برگ و بار گھنے ہو گئے' پھر آخر کار یہ سب نباتات بھوسہ ہو کر رہ گئے' جسے ہوا اڑائے لیے پھرتی ہے' اسلام نے اس زندگی کی مثال بیان کی ہے کہ آخر ایک دن اس نے بھی اسی بھوسہ کی شکل اختیار کر لینی ہے' انسان کے جسم سے روح نکل جائے تو انسان بے جان لاشہ بن جاتا ہے پھر کچھ عرصہ بعد انسان کا گوشت جسم سے جدا ہو جاتا ہے' اسے مٹی کھا جاتی ہے' انسان ہڈیوں کا پنجرہ رہ جاتا ہے۔

دنیا کی دولت واولاد:

انسان دنیا کی زندگی میں مال وزر کی حرص کرتا ہے' اپنی اولاد کے لیے دربدر خاک بسر ہوجاتا ہے' ملکوں ملکوں کی خاک چھانتا ہے' دولت' مال اور اولاد سے انسان کو محبت ہوتی ہے' بعض اوقات انسان اولاد پر ایمان قربان کردیتا ہے' انسان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ مال بنائے' جہاں سے ملے مال اکٹھا کرے' اولاد کو خوش رکھے خواہ اس کے لیے اسے کتنی ہی قربانی کیوں نہ دینی پڑے؟ لیکن اسلام انسان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اتنا بھی دیوانہ پن اختیار نہ کرے جس سے حلال وحرام کی تمیز ختم ہوجائے' دنیا ہی دنیا پیش نظر ہو اس میں خوف خدا اور خوف آخرت کی جھلک تک نظر نہ آئے' اعمال صالح کی پرواہ تک نہ ہو۔

ارشاد ربانی ہے

"الْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا" (الکہف)

مال واولاد صرف دنیوی زندگی کی زینت ہے اور تمہارے رب کے نزدیک باقی رہنے والی نیکیوں کا ثواب بہتر ہے اور بہتر توقع۔

قرآن کریم میں دوسری جگہ یوں آتا ہے

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ" (المنافقون)

اے اہل ایمان تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تم کو خدا کی یاد سے غافل نہ کردیں' جو لوگ ایسا کریں گے دراصل وہی لوگ خسارے میں ہیں۔ کبھی کبھی انسان اس زندگی میں مال و دولت اور اولاد پر دین کو قربان کردیتا ہے' اسلام یہ بتاتا ہے کہ یہ زندگی چند دنوں کی مہمان ہے' اس میں اولاد اور اموال پر احکم الحاکمین کو ناراض نہ کیا جائے اور وہ ذات ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اس کے خوف سے غفلت نہ برتی جائے' بلکہ ہر وقت

اس کی طرف دھیان ہونا چاہیے۔

دوسری جگہ یوں آتا ہے

"وَمَا اَمْوَالُکُمْ وَلاَ اَوْلاَدُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰی اِلاَّ مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا" (سبا)

اور تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایسی نہیں ہیں جو تمہیں ہمارے قریب کر دیں ہم سے قریب تو وہ ہے جو صاحب ایمان ہے اور جس کے اعمال صالح ہوں اسلام نے لگی لپٹی رکھنے کی بجائے صاف اور واشگاف انداز میں فرمایا کہ عارضی زندگی کی عارضی چیزوں پر بھروسہ کرنے کی بجائے ایک ایسی ذات کو خوش اور راضی رکھنے کی کوشش کی جائے جو ارض و سماء کی مالک و مختار ہے جس کی قدرت کا سکہ ہر جگہ چلتا ہے۔

دنیوی لہو ولعب:

اسلام نے دنیا کو دنیوی زندگی کو لہو ولعب سے تعبیر کیا "اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلاَدِ کَمَثَلِ الْغَیْثِ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَکُوْنُ حُطَامًا" (الحدید)

جان لو! دنیوی زندگی کھیل اور تماشا ہے اور زینت ہے اور تمہارا ایک دوسرے پر فخر کرنا ہے اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنا ہے اس کی مثال تو یوں ہے جیسے بارش ہوئی اس کی روئیدگی نے نافرمانوں کو خوش کر دیا پھر وہ پک گئی پھر آپ نے دیکھا کہ وہ زرد پڑ گئی پھر آخر کار وہ بھوسہ ہو کر رہ گئی اسلام کے نزدیک دنیوی زندگی کی قدر و قیمت اتنی ہی ہے جتنی اللہ تعالیٰ نے اس مذکورہ آیت میں بیان فرما دی ہے۔

ارشاد ربانی ہے

"أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ" (الشعراء)

کیاتم بناتے ہو ہر اونچی زمین پر بے فائدہ یادگاریں اور عمارات کھڑی کرتے ہو شاید کہ تمہیں ہمیشہ یہاں رہنا ہے۔ انسان کروفر اور شیخی بگھارنے' اپنے آپ کو بڑا ظاہر کرنے کے لیے کئی کئی جگہوں پر شاندار اور فلک بوس عمارات تعمیر کرتا ہے' وہ انسان کی ضرورت سے زائد ہوتی ہیں' جب انسان کا دم نکلتا ہے' تو اس کے ورثاء کف دست ملتے رہ جاتے ہیں' بے بہا دولت صرف کرنے پر افسوس کرتے ہیں اسلام نے بے جا خرچ سے منع کیا اور امم سابقہ کے احوال بیان کیے کہ ان لوگوں کو بڑی بڑی عمارات بنانے کا شوق تھا' ان میں کم کم رہتے تھے آج ان کے نام ونشان تک مٹ چکے ہیں۔

جامع دنیا کے نخلستاں:

اسلام نے دنیا کی [illegible] انسان کی امنگوں اور خواہشات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی ہر ہر بات کو [illegible] ہے۔

ارشاد ربانی ہے

"أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ ۝ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ۝ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ ۝" (الشعراء)

کیاتم یہاں کی چیزوں میں اطمینان کے ساتھ چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ باغوں اور چشموں میں؟ کھیتوں اور نخلستانوں میں' جن کے خوشے ٹوٹ پڑتے ہیں؟ تم پہاڑ کاٹ کاٹ کر ان میں گھر بناتے ہو اور خوش ہوتے ہو۔

ناپائیدار زندگی:

دنیا کی زندگی ختم ہونے والی ہے' موت سے کسی کو مفر نہیں ہے بڑے بڑے حکماء اور طبیب جو لوگوں کی جانیں بچانے اور ان کی بیماریاں درست کرنے کے کاموں میں لگے

ہوتے ہیں ان کو بھی موت آئی ہے اور آئے گی انبیاء جو انسانوں کو انسانیت سکھانے اور کامیابی کی راہوں پر ڈالنے کے لیے آئے انہیں بھی موت آئی ہے۔

ارشاد ربانی ہے

"اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ" (النساء)

تم جہاں کہیں ہو گے موت آ کر رہے گی خواہ تم چونا گچ محلات میں ہی کیوں نہ ہو؟

دوسری جگہ یوں ہے

"کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ" (العنکبوت)

ہر جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے پھر تم سب ہماری طرف لوٹ کر آؤ گے۔ ایک جگہ یوں آتا ہے

"اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ" (المومنون)

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف واپس نہیں لوٹائے جاؤ گے۔

اسلام نے واضح بتا دیا ہے کہ انسان دنیا میں رہے یہاں کی نعمتوں سے سرشار ہو لیکن جس طرح اس کا دنیا میں آنا اپنی مرضی سے نہیں ہوا' اسی طرح دنیا سے اس کی روانگی اپنی مرضی سے نہیں ہو گی اور نہ ہی کسی کی منشاء کے مطابق یہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا جائے گا' بلکہ جب وقت آئے گا تو سب کو باری باری آخرت کی طرف جانا ہے اور سب اللہ کے حضور پیش کیے جائیں گے' دنیا میں رہنے والی چیز صرف انسان کے نیک اعمال ہوں گے' نیک کارنامے ہوں گے' جن پر آئندہ نسلیں عمل پیرا ہوں گی' بالآخر انسان کو موت آ جائے گی' بلکہ ہر جاندار کو آئے گی' دنیوی زندگی فانی ہے' آخرت کی غیر فانی' دنیوی زندگی ناپائیدار ہے آخرت کی پائیدار' یہ زندگی ختم ہو جائے گی۔ آخرت کی زندگی کبھی ختم نہ ہو گی' اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ من چاہی زندگی کی بجائے رب چاہی زندگی بسر کرے۔

انسانیت:

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں ایک طرف فرشتوں کو پیدا فرمایا' دوسری طرف انسان کو پیدا فرمایا اور ایک طرف جنات کو پیدا فرمایا اور دوسری طرف باقی تمام مخلوقات عالم کو وجود بخشا' فرشتوں کی پیدائش نور سے ہوئی' ان میں مذکر و مونث کی صلاحیتیں نہیں' اللہ کے احکام کے ہر وقت پیرو اور مطیع ہیں "لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ" جو اللہ تعالیٰ انہیں حکم کرتے ہیں' اس کی مخالفت نہیں کرتے' گناہ نہیں کرتے' نافرمانی و بغاوت نہیں کرتے' ان میں خواہشات کا مادہ نہیں رکھا گیا' وہ ہر وقت عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا' ان میں مذکر و مونث ہوتے ہیں' ان میں شر کا مادہ زیادہ ہوتا ہے' مخالفت کا مادہ غالب ہوتا ہے' ان کا ذہن انتقامی ہوتا ہے۔

ان دونوں مخلوقات کے برعکس انسان عجیب مخلوق ہے' اس میں شر و خیر دونوں مادے رکھے گئے ہیں [illegible] رکھی گئی ہیں اور خواہشات کو توڑنے والے ہتھیار بھی اسے ودیعت کیے گئے ہیں' انسانوں میں دو طبقے ہوتے ہیں' ایک انبیاء کرام اور دوسرے عام انسان' انبیاء کرام انسانی خواہشات کے باوجود گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں' مگر عام انسان گناہوں سے معصوم نہیں ہوتے۔

تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے باقی مخلوقات سے اعلیٰ بنایا ہے' اپنے دست قدرت سے اسے پیدا کیا' اس کو بہترین سانچے میں ڈھالا' پھر اس میں روح پھونکی' یہ اچھا بھلا خوبصورت انسان بن گیا' اسے بے شمار صلاحیتوں اور قابلیتوں سے سرفراز' سوچنے کے لیے دماغ دیا' دیکھنے کے لیے آنکھیں' سننے کے لیے کان' چبانے کے لیے دانت' بولنے کے لیے زبان' پکڑنے کے لیے ہاتھ' چلنے کے لیے پاؤں' ہضم کرنے کے لیے نظام انہضام بنایا' دھڑکنے کے لیے دل بنایا۔

اور ان بے شمار نعمتوں کے کثرا کر دیا' تہہ بہ تہہ سات آسمان بنائے' زمین بنائی تہہ بہ تہہ سات زمینیں پیدا کیں' پہاڑ بنائے' زمین پر سبزہ اگایا' کھیتیاں اور باغات پیدا کیے' نہریں' دریا

اور سمندر جاری کیے کہ زات اور جانات اور جود تھا یہ ساری نعمتیں اس انسان کے لیے پیدا کی گئیں "وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ"۔

حضرت انسان کے بارے میں خالق انسان نے فرمایا

"لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ"

میں نے اسے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا

"وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي"

میں نے اس میں اپنی روح پھونکی

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ"

ہم نے انسان کو بہت اچھے سانچے میں ڈھال کر بنایا

یہ سارے ارشادات اور ان کے علاوہ بے شمار ارشادات کو انسان فراموش کرتا چلا گیا انسان کو اس کی قدر و منزلت اس کی عظمت و رفعت اس کی شان و شوکت سے بار بار آگاہ کیا جاتا رہا حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار [illegible] بھی سمجھاتے رہے مگر انسان ہے کہ [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] کے بعد سرتاج رسل حضرت [illegible] تشریف لائے آپ نے بھی بار بار انسان کو اس کے مقام رفیع سے آگاہ کیا مگر انسان ہے کہ گردن میں سر ڈالا ہوا گردن [illegible] اپنے بنائے تراشیدہ بت یا صورت پر ہو جانے [illegible] [illegible]

[illegible]

انسان کی پوری تاریخ میں [illegible] دم تا [illegible] دم تک بھی انسان یکساں حالت میں نہیں رہا کبھی [illegible] کبھی تفریط کبھی اپنے آپ کو [illegible] [illegible] سے بھی جدا سمجھتا [illegible] ہے اپنی قوت کو [illegible] کا سرچشمہ سمجھتا ہے کبھی اپنے لاؤ لشکر کی طاقت [illegible] ہے کبھی اپنی جوانی پر [illegible] [illegible] سمجھتا ہے کہ [illegible] اپنے آپ کو

"قال ربکم الاعلیٰ" کہہ دیتا ہے پھر اس نعرہ [illegible] خلق خدا [illegible] کرتی اور قدم [illegible] رکھ دیتا ہے انسانوں کو اپنا خادم سمجھتا ہے اپنے کو مخدوم سمجھتا ہے دوسرے انسانوں کو کمتر اور کمترین سمجھتا ہے اور اپنے کو اعلیٰ اور اعلیٰ ترین سمجھتا ہے اپنے کو حاکم اور غیر ذمہ دار غیر جوابدہ سمجھ کر ظلم و بربریت کے پہاڑ ڈھاتا ہے انسانیت ظلم کی چکی کے پاٹوں تلے پسی جاتی ہے اس کی چیخیں فرش سے عرش تک پہنچتی ہیں عرش کے فرشتے لرزہ براندام ہو جاتے ہیں مگر ظالم فرعون [illegible] "مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً" کا نعرہ لگاتا ہے کہ ہم سے زیادہ طاقت والا کون ہے؟

انسان اللہ کی عطا کردہ نعمتوں پر اظہار تشکر کی بجائے ان پر غرور کرتا ہے غرور و تکبر کرتا ہے انہیں موروثی سمجھ کر ملکیت جتاتا ہے انسانوں پر حکمرانی کرتا ہے جب اس کے ستاروں گردش میں [illegible] خود فراموش انسان اٹھ کر چٹان بن جاتا ہے وہ اس کے جبر و قہر کو للکارتا ہے اس کے نتیجہ استبداد سے مقہور انسانوں اور مجبور لوگوں کو [illegible] ہے تو پھر ظالم قانون ربانی سے ٹکرانے پہ آمادہ [illegible] قوانین [illegible] ٹکرانے کے لیے جادوگروں کو دعوت دی جاتی ہے جو اللہ کے فرستادہ [illegible] کا [illegible] خون میں لت پت کر دیں اللہ کے احکامات کے سامنے من مانیاں [illegible] سب کچھ سمجھ لیں احکام خداوندی کو جھٹلائیں انبیاء سے مذاق کریں [illegible] ان کے [illegible] کی جنگ کریں نبی کے ساتھیوں پر اس جرم کی پاداش میں ظلم ڈھائیں [illegible] ہوتا؟

اور انسان ایک وقت [illegible] بکتا ہے [illegible] جاتا ہے جوں کا زناری بنتا ہے [illegible] لگتا ہے چاند میں روشنی ہے اس لیے اسے پوجا کے لائق [illegible] ان کی مدد سے [illegible] کی جاتی ہے [illegible] کبھی ایک حال ہے [illegible] و جبار خالق و مالک اور رب تک سمجھتا ہے اور دوسری طرف اپنے سے کمتر چیزوں کی پوجا کرتا ہے اور کبھی

اپنے جیسوں میں کوئی خوبی اور قوت دیکھتا ہے تو انھیں لائق عبادت سمجھتا ہے حالانکہ انسان کو عقل و شعور سے کام لینا چاہیے اور ایسی کوئی حرکت نہیں کرنی چاہیے جو احکام الٰہی کے خلاف ہو یا قانون فطرت سے متصادم ہو۔

اسلام ہر وقت انسان کی اصلاح کرتا ہے کہ کہیں انسان انسانیت کی حدود سے باہر نہ نکل جائے۔

ارشاد ربانی ہے

”أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ“ (یٰس)

کیا انسان غور نہیں کرتا کہ ہم نے اسے پانی کے ایک قطرہ سے پیدا کیا اور اب وہ کھلم کھلا حریف بنتا ہے ہمارے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اپنی اصل کو فراموش کر دیتا ہے انسان کی سرکشی، تمرد اور تکبر پر اسلام گرفت کرتا ہے اور ایسی بات انسان کے دماغ میں بٹھاتا ہے کہ انسان کا دماغ ٹھکانے آ جاتا ہے جب انسان کے ذہن میں یہ حقیقت ہو تو وہ شاید کبھی بھی ایسی حرکات نہ کرے جو قانون فطرت کے خلاف ہوں۔

ارشاد ہے

فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ“ (الحج)

ہم نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر قطرہ آب سے، پھر خون کے لوتھڑے سے پھر پوری اور ادھوری بنی ہوئی بوٹی سے پیدا کیا تا کہ تمھیں اپنی قدرت دکھائیں۔

ارشاد ربانی

”وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ“

انسان کی ابتداء مٹی سے کی پھر مٹی کے نچوڑ سے جو ایک حقیر پانی ہے اس کی نسل چلائی۔

ارشاد ہے

"فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ○ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ" (الطارق)

انسان غور کرے کہ کس چیز سے پیدا کیا گیا' ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا' جو پشت اور سینے کی ہڈیوں سے کھینچ کر آتا ہے۔

ارشاد ہے

"وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا" (النحل) ا

ور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا ہے' (اس وقت) تم کچھ نہیں جانتے تھے۔

ارشاد ہے

"اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ" (الواقعہ)

کیا تم نے اس نطفہ پر غور کیا جسے ٹپکاتے ہو' اس سے تم (بچہ) پیدا کرتے ہو یا ہم ہیں پیدا کرنے والے۔

اسلام نے جگہ جگہ انسان کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بڑے' تکبر و سرکشی نہ کرے' کائنات کی چیزوں کو محکوم اور اپنے کو حاکم نہ سمجھے' جبار و قہار بننے کی کوشش نہ کرے' کائنات کی اشیاء انسان کی نہیں خالق کی پیدا کردہ ہیں' انسان کا دماغ اپنا نہیں اللہ کا بنایا ہوا ہے' انسان کا سراپا وجود اس کا اپنا نہیں بلکہ خالق کائنات کی کرشمہ گری ہے' زمین جس پہ چلتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہے' پانی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا' شجرات و حجرات اللہ کی مخلوق ہیں' باد و باراں' ہوا و بجلی' طوفان و جھکڑ یہ سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ اور کنٹرول میں ہیں' جب یہ ساری اشیاء خالق ارض و سماء کے زیر فرمان ہیں تو پھر انسان کس چیز پہ اکڑتا ہے؟

انسان اپنے بچپن کی ان حالتوں پر غور کرے' جن کا اسے علم تک نہیں' ایک قطرہ بے جان میں جان پڑی اور پھر رفتہ رفتہ انسان شعور اور ہوش کے عالم میں پہنچا' اسے دنیا کی

ہر نعمت سے مالا مال کیا گیا، مگر یہ غرور اور تکبر کیوں کرتا ہے؟ یہ اپنے آپ کو پہچانے، اپنی حیثیت اور اپنا مقام ہر وقت ذہن میں رکھے، کسی پر ظلم نہ کرے، اکڑ بازی اور تکبر سے بچے، اللہ کے احکام کے سامنے اپنے کو جھکا دے، اس کے سامنے سرکشی نہ کرے، امنا وصدقنا کا نعرہ بلند کرے۔

اسلام انسان کی ہر دو حالتوں کی اصلاح کرتا ہے، انسان میں جب فرعونیت اور نمرودیت کا عنصر غالب آ جائے، اس کی گردن اکڑی ہوئی ہو، کوئی حق سننے کو تیار نہ ہو اور کسی بات ماننے پر آمادہ نہ ہو تو اسے اپنا ابتدائی سفر یاد کرتا ہے، جہاں سے یہ چل کر آیا اور جب انسان اتنا ذلیل ہو جائے کہ ہر چمکنے والی چیز کو سونا سمجھنے لگے، جس میں کوئی اچھائی اور کمال نظر آیا اسے معبود مان لے تو پھر اسلام اسے بتلاتا ہے کہ اے انسان اللہ نے تو تجھے بلند رتبہ اور مقام دیا ہے، تو کیوں قعر ذلت میں گرتا ہے، روشنی سے اندھیرے میں کیوں جا رہا ہے، اللہ نے تو ساری کائنات کو تیرے لیے مسخر کیا اور تو انہی چیزوں کو اپنے اوپر سوار کرتا ہے؟

اسلام میں انسانیت کا مقام

اسلام نے انسانیت پر بے شمار احسانات کیے ہیں اور اس کے مرتبہ و مقام کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ رحمت دو عالم ﷺ کی آمد سے قبل انسان ذلت و پستی کے عمیق غاروں میں گر چکا تھا۔ کیونکہ ہر شے جو اس سے کمتر ہیں اور ذلیل چیز کو کی زندگی [illegible] سمجھیں اور جانوروں [illegible] اپنا اعلیٰ مقام گم کر چکا تھا۔ انسان سے زیادہ جانوروں کا مقام تسلیم کیا جاتا تھا اور انسان کے مقابلے میں انہیں مقدس اور مکرم خیال کیا جاتا تھا۔

آنحضرت ﷺ نے انسان کو دوبارہ اس کی شرافت و عظمت دلائی اور اس کا گم گشتہ وقار بحال کیا اور یہ بلیغ اعلان کیا کہ انسان اس کائنات میں سب سے مقدس وجود اور گراں قدر مخلوق ہے۔ آپ ﷺ نے انسان کی شرافت و عظمت کا ایک جگہ نہیں کئی مقامات پر ذکر [illegible] جس سے [illegible] سب کچھ انسان کے لیے پیدا کیا۔

[illegible]

اسلام نے حضرت انسان کو اشرف [illegible] اعلان کیا

[illegible] وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ [illegible] مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ○ (الاسراء)

اور ہم نے بنی آدم کو [illegible] خشکی اور سمندروں میں سوار کیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزیں عطا کیں اور ہم نے انہیں اپنی بہت سی مخلوقات پر برتری [illegible]

اسلام نے انسان کی برتری اور فضیلت کا اعلان [illegible]

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ (الحج)

کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لیے مطیع بنا دیا ہے
اس سے بڑھ کر انسان کا اللہ کی نظر میں کیا مقام ہو سکتا ہے؟

قرآن پاک کی سورۃ النحل میں تو ایک ایک چیز واشگاف طریقے سے بیان کی گئی اور اس طرح انسان کی عظمت و رفعت کا پھریرا لہرایا گیا' جانوروں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جانور تمہارے لیے پیدا کیے ان کی وجہ سے سردی سے تم بچتے ہو اور ان میں بے شمار فوائد ہیں' ان میں بعض کو تم کھاتے ہو' جانوروں میں تمہارے لیے ایک شان جمال ہے' جب صبح انہیں چرانے کے لیے لے جاتے ہو اور شام کو چرا کر واپس گھر لاتے ہو جانور تمہارے سامان ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پہنچاتے ہیں' جہاں تم بڑی مشقت اٹھانے کے بعد بھی نہیں پہنچ سکتے' گھوڑے' خچر اور گدھے تمہاری سواری کے لیے ہیں اور زندگی کا سامان ہیں اور اللہ تعالیٰ اور بہت سی چیزیں پیدا کرتا ہے' جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔

اللہ نے تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا ہے' تمہارے پینے کے لیے اور کچھ درختوں کی پرورش کے لیے' اس سے تمہارے [illegible] اگاتا ہے' ان میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

اللہ نے تمہارے لیے شب و روز' آفتاب و ماہتاب' کواکب و سیارے مسخر کیے' یہ سب اللہ کے حکم سے مسخر ہیں' ان چیزوں میں اہل عقل کے لیے نشانیاں ہیں' مزید برآں مختلف الالوان اشیاء ہیں' جو اس نے زمین میں تمہارے لیے پیدا کی ہیں' ان میں سبق حاصل کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔

اللہ ہی نے سمندر کو تمہارے لیے مسخر کیا' اس سے تم تروتازہ گوشت حاصل کر کھاتے اور اس سے زینت کا سامان نکالو جسے تم پہنتے ہو اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ کشتیاں سمندر کو چیرتی ہوئی بہتی چلی جا رہی ہیں' سمندر کو اس لیے مسخر کیا تاکہ تم فضل ربانی تلاش کرو۔

اللہ نے زمین میں پہاڑ نصب کئے تاکہ زمین تمہیں لے کر جھک نہ جائے دریا
اور راستے بنا دیئے تاکہ تم راہ پاؤ' علاوہ ازیں بہت سی نشانیاں بنائیں' ان کے علاوہ تارے
بھی تو ہیں' جن سے لوگ راستے معلوم کرتے ہیں اور اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو
انہیں بے حساب پاؤ گے۔

انسان کی عظمت:

داعی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا

"اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ" (سنن بیہقی)

اللہ کی مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کو مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے' رحمت دو عالم ﷺ نے مخلوق خدا کو کنبہ خدا کہہ کر انسان کی عظمت اور عزت میں دو چند اضافہ کیا۔

[illegible] اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے سلسلہ میں یہ حدیث بہت بلیغ اور معنی خیز ہے' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے نقل کیا کہ "حق تعالیٰ شانہ محشر کے دن سوال کریں گے' اے ابن آدم! میں مریض تھا تو نے میری عیادت نہیں کی' بندہ عرض کرے گا یا اللہ آپ رب العالمین تھے میں آپ کی تیمارداری کیسے کرتا؟ اس پر حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ کیا تمہیں علم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا اگر تم نے اس کی تیمارداری نہیں کی' کیا تجھے علم نہیں کہ اگر تو اس کی تیمارداری کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا' اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا' تو نے مجھے کھلایا نہیں؟ بندہ کہے گا یا اللہ آپ تو سارے دنیا کے پرورش کنندہ تھے آپ کو کیسے کھلاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تجھے علم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا مگر تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا' اگر تم اسے کھلا دیتے' تو مجھے اس کے پاس پالیتے" "اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا' مگر تو نے مجھے پانی نہیں پلایا' بندہ کہے گا یا اللہ آپ تو رب العالمین ہیں' میں آپ کو کیسے

کیا تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے لیے مطیع بنا دیا ہے
اس سے بڑھ کر انسان کا اللہ کی نظر میں کیا مقام ہو سکتا ہے؟

قرآن پاک کی سورۃ النحل میں تو ایک ایک چیز واشگاف طریقے سے بیان کی گئی اور اس طرح انسان کی عظمت و رفعت کا پھریرا لہرایا گیا' جانوروں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جانور تمہارے لیے پیدا کیے' ان کی وجہ سے سردی سے تم بچتے ہو اور ان میں بے شمار فوائد ہیں' ان میں بعض کو تم کھاتے ہو' جانوروں میں تمہارے لیے ایک شان جمال ہے' جب صبح انہیں چرانے کے لیے لے جاتے ہو اور شام کو چرا کر واپس گھر لاتے ہو' جانور تمہارے سامان ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ پہنچاتے ہیں' جہاں تم بڑی مشقت اٹھانے کے بعد بھی نہیں پہنچ سکتے' گھوڑے' خچر اور گدھے تمہاری سواری کے لیے ہیں اور زندگی کا سامان ہیں اور اللہ تعالیٰ اور بہت سی چیزیں پیدا کرتا ہے' جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔

اللہ نے تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا ہے' تمہارے پینے کے لیے اور کچھ درختوں کی پرورش کے لیے' ان سے تم اپنے جانوروں کا چارہ ڈالتے ہو اس پانی سے تمہارے لیے کھیتی' انگور اور طرح طرح کے پھل اگاتا ہے' ان میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

اللہ نے تمہارے لیے شب و روز' آفتاب و ماہتاب' کواکب و سیارے مسخر کئے' یہ سب اللہ کے حکم سے مسخر ہیں' ان چیزوں میں اہل عقل کے لیے نشانیاں ہیں' مزید برآں مختلف الالوان اشیاء ہیں' جو اس نے زمین میں تمہارے لیے پیدا کی ہیں' ان میں سبق حاصل کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔

اللہ ہی نے سمندر کو تمہارے لیے مسخر کیا' اس سے تم تر و تازہ گوشت نکال کر کھاؤ اور اس سے زینت کا سامان نکالو' جسے تم پہنتے ہو اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ کشتیاں سمندر کو چیرتی ہوئی بہتی چلی جا رہی ہیں' سمندر کو اس لیے مسخر کیا تاکہ تم فضل ربانی تلاش کرو۔

اللہ نے زمین میں پہاڑ نصب کئے تا کہ زمین تمہیں لے کر جھک نہ جائے دریا اور راستے بنادیئے تا کہ تم راہ پاؤ' علاوہ ازیں بہت سی نشانیاں بنائیں اُن کے علاوہ تارے بھی تو ہیں' جن سے لوگ راستے معلوم کرتے ہیں اور اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو انہیں بے حساب پاؤ گے۔

انسان کی عظمت:

داعی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا

"اَلْخَلْقُ عَيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنُ اِلٰى عَيَالِهٖ" (سنن بیہقی)

اللہ کی مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کو مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے' رحمت دو عالم ﷺ نے خلق خدا کو کنبہ خدا کہہ کر انسان کی عظمت اور عزت میں دوچند اضافہ کیا۔

انسانی خدمت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے سلسلہ میں یہ حدیث بہت بلیغ اور معنی خیز ہے' حضرت ابوھریرہؓ نے آنحضرت ﷺ سے نقل کیا کہ "حق تعالیٰ شانہ محشر کے دن سوال کریں گے' اے ابن آدم! میں مریض تھا تو نے میری عیادت نہیں کی' بندہ عرض کرے گا یا اللہ آپ رب العالمین تھے میں آپ کی تیمارداری کیسے کرتا؟ اس پر حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ کیا تمہیں علم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار رہا مگر تم نے اس کی تیمارداری نہیں کی' کیا تجھے علم نہیں کہ اگر تو اس کی تیمارداری کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا' اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا' تو نے مجھے کھلایا نہیں؟ بندہ کہے گا یا اللہ' آپ تو ساری دنیا کے پرورش کنندہ تھے آپ کو کیسے کھلاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تجھے علم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا مگر تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا' اگر تم اسے کھلا دیتے' تو مجھے اس کے پاس پا لیتے" اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا' مگر تو نے مجھے پانی نہیں پلایا' بندہ کہے گا یا اللہ آپ تو رب العالمین ہیں' میں آپ کو کیسے

اللہ نے زمین میں پہاڑ نصب کئے تا کہ وہ تمہیں لے کر جھک نہ جائے ندیاں اور راستے بنادیئے تا کہ تم راہ پاؤ' علاوہ ازیں بہت سی نشانیاں بنائیں' ان کے علاوہ تارے بھی تو ہیں' جن سے لوگ راستے معلوم کرتے ہیں اور اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو انہیں بے حساب پاؤ گے۔

انسان کی عظمت:

داعی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا

"اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ" (سنن بیہقی)

اللہ کی مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کو مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے' رحمت دو عالم ﷺ نے خلق خدا کو کنبہ خدا کہہ کر انسان کی عظمت و عزت میں دو چند اضافہ کیا۔

[illegible] قرب حاصل کرنے کے سلسلہ میں یہ حدیث بہت بلیغ اور معنی خیز ہے' حضرت ابوہریرہ [illegible] سے [illegible] کہ "حق تعالیٰ شانہ محشر کے دن سوال کریں گے' اے ابن آدم! میں مریض تھا تو نے میری عیادت نہیں کی' بندہ عرض کرے گا یا اللہ آپ رب العالمین تھے میں آپ کی تیمارداری کیسے کرتا؟ اس پر حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ کیا تمہیں علم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا مگر تم نے اس کی تیمارداری نہیں کی' کیا تجھے علم نہیں کہ اگر تو اس کی تیمارداری کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا" اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا تو نے مجھے کھلایا نہیں؟ بندہ کہے گا یا اللہ آپ تو سارے جہان کے پرورش کنندہ تھے آپ کو کیسے کھلاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تجھے علم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا مگر تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا؟ اگر تم اسے کھلا دیتے "تو مجھے اس کے پاس پالیتے" "اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا' مگر تو نے مجھے پانی نہیں پلایا" بندہ کہے گا یا اللہ آپ تو رب العالمین ہیں' میں آپ کو کیسے

پلاتا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا، مگر تم نے اسے پانی نہیں پلایا، اگر تم اسے پانی پلاتے تو مجھے اس کے پاس پاتے۔ (صحیح مسلم)

انسانوں پر رحم:

اسلام کی تعلیمات نے انسانیت پر رحم کو اللہ تعالیٰ کے رحم کا ذریعہ بتلایا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

"الرّٰحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ" (سنن ابی داود)

رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ بھی رحم کرتا ہے، تم اہل زمین پر رحم کرو، تم پر عرش بریں والا رحم کرے گا۔

اسلام نے انسان تو انسان رہا، جانوروں پر بھی احسان اور رحم کرنے کا حکم دیا ہے [illegible] انسان پر ظلم و زیادتی کا اسلام [illegible] کی مخلوق ہے، اس کے ساتھ رحم و مہربانی جیسا سلوک کرنا چاہیے، اس کے ساتھ ہمدردی اور حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے، جس طرح پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات ہیں۔

انسانی وحدت:

رحمت دو عالم ﷺ کی بعثت سے قبل انسان انسان کا دشمن تھا، قبیلہ، قبیلے سے لڑ رہا تھا، خونریزیاں ہو رہی تھیں، معمولی معمولی باتوں پر جھگڑے شروع ہوتے، تو کئی کئی [illegible] ہار رہتیں، نسلوں کی نسلیں مٹا دی جاتی تھیں، تلوار ایک [illegible] سے نکل آتی تو پھر [illegible] جانے کا نام نہ لیتی، پیغمبر اسلام ﷺ نے انسانیت کو مخاطب ہو کر بلیغ اعلان کیا

"أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ كُلُّكُمْ لِآدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ وَلَيْسَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ فَضْلٌ إِلَّا بِالتَّقْوَى" (کنز العمال)

اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا مورث اعلیٰ بھی ایک ہے' تم سب آدم کے ہو اور آدم مٹی سے تھے' تم میں اللہ کے ہاں سب سے زیادہ شریف سب سے زیادہ متقی انسان ہے اور کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ مگر تقویٰ کے سبب۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر تقریر فرمائی جس میں آپ نے واضح فرمایا

"لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاسود علی احمر ولا احمر علی اسود الا بدین او تقویٰ"

[illegible] فضیلت نہیں' کسی کالے کو کسی سرخ پر فضیلت نہیں اور کسی سرخ کو کسی کالے پر [illegible] تقویٰ کے علاوہ۔

لوگو! تمہارے خون' تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تمہارے لیے ایک دوسرے پر قیامت تک ایسے ہی حرام اور محترم ہیں جیسے آج کے دن' آج کے مہینے اور شہر کی حرمت ہے رحمت دو عالم ﷺ نے ابتداء اسلام میں بھی انسان کو انسانیت کے دائرہ میں کام کرنے کی تبلیغ کی اور آپ ﷺ نے اپنے آخری خطبہ میں بھی انسان کی حرمت و عزت کی بات کی۔

اسلام نے انسان کو جتنا بلند مقام دیا ہے' تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اسلام نے انسان کو انسان کے ساتھ جوڑنے میں بھرپور کردار ادا کیا' انسانوں کی باہمی رنجشوں اور [illegible] کی خلیج ختم کرنے کے لئے واضح کردار ادا کیا' نسلوں' قبیلوں اور خاندانوں پر فخر و ناز کرنے والوں کو جتایا کہ قبیلے اور خاندان [illegible] نسلی اور خاندانی برتری کے لیے نہیں بنائے گئے بلکہ معرفت و پہچان کے لیے بنائے گئے ہیں۔

"وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا"۔

اسلام نے انسان کو اس حد تک پابند کر دیا ہے کہ وہ کسی ایسے انسان کا تمسخر نہ اڑائے' جو فطری طور پر ناقص پیدا ہوا ہے اور نہ مرد مرد کا تمسخر اڑائے اور نہ ہی عورت عورت کا مذاق اڑائے' حتیٰ کہ تم ایک دوسرے کو برے ناموں سے پکارنا بھی چھوڑ دو' معلوم ہوا کہ اسلام نے انسان کی عظمت و بلندی کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے مقام و عظمت کو بیان بھی کیا ہے۔

اب انسان کی اپنی مرضی ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کے احکامات کو مان کر سرخرو اور کامیاب ہوتا ہے یا اس کی نافرمانی و عصیان کا ارتکاب کر کے دارین میں رسوائی اور ذلت کا حقدار بنتا ہے' باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا' اگر انسان رب کی ربوبیت' اس کے احکام' اس کے اوامر کی اتباع اور نواہی سے اجتناب نہیں کرے گا' تو اس پر بھی ارشاد ربانی ملاحظہ فرمائیے

"اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ"

یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ ذلیل' تو یہ حکم مجموعی طور پر کلی ہے بلکہ جوں جوں انسان اللہ کے اوامر کو توڑیں گے' اور منکرات میں پڑیں گے توں توں اس فرمان کی زد میں آتے جائیں گے۔

انسان کا منصب خلافت:

اسلام نے یہ بتایا کہ انسان دنیا میں اللہ کا نائب اور خلیفہ ہے' دنیا کی مثال ایک وقف کی ہے اور انسان اس کا ٹرسٹی اور متولی ہے' انسان کے ذمہ اس وقف کی خدمات ہیں اور یہاں کام کرنا ہے' رشد و ہدایت کو عام کرنا ہے' یہ سارا عالم' ایک ٹرسٹ (وقف) کی مانند ہے کسی کی ذاتی ملکیت اور جاگیر نہیں ہے' اس کی جائیداد' حیوانات' شجرات' حجرات' چرند پرند' پہاڑ' سونا' چاندی' سامانِ خوراک اور دنیا کے تمام اسباب و متاع انسان کے سپرد کیے گئے ہیں' اس لیے کہ انسان میں یہ خوبی ہے کہ وہ ان کے مزاج سے شناسا بھی ہے اور ان کا ہمدرد

بھی ہے' انسان خود اسی ٹرسٹ کی مٹی سے پیدا ہوا ہے اور یہ دنیا کے مفاد اور مضرت سے بھی آگاہ ہے اور اس کے اندر اس کی احتیاج اور ضرورت بھی رکھ دی گئی ہے' اس لیے یہ بہتر متولی ثابت ہوگا۔

حق تعالیٰ نے انسان کی خلافت و نیابت کی نقشہ کشی یوں کی ہے

”وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ“ (البقرہ)

اور اس وقت کو یاد کیجئے' جب آپ کے پالن ہار نے فرشتوں سے کہا' میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں' فرشتوں نے کہا کہ کیا آپ اسے پیدا کریں گے' جو زمین میں فساد پھیلائے گا اور خونریزیاں کرے گا' اس سے آگے قرآن حکیم نے یوں بیانِ جاری رکھا کہ فرشتوں نے کہا کہ اے بار الہا! ہم تیری حمد کرتے ہیں تیری تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہیں' حق تعالیٰ نے فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہو جو تم نہیں جانتے' اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے' پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا کہ اگر تم سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ' فرشتوں نے کہا کہ آپ کی ذات پاک ہے' ہم تو اتنا جانتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں بتا دیا' تو ہی علیم ہے' تو ہی حکیم ہے' حق تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو فرمایا کہ آپ ان کو ان کے نام بتائیں' حضرت آدمؑ نے جب ان چیزوں کے نام بتائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں زمین و آسمان کی سب پوشیدہ باتیں جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کرتے ہو اور چھپاتے ہو سب جانتا ہوں اور جب حق تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو' تمام فرشتے سجدہ ریز ہو گئے' مگر شیطان نے سجدے سے انکار کیا۔

یہ واقعہ قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر مختلف پیرائے میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پہ اپنا خلیفہ اور نائب بنایا' اسے دولت علم سے سرفراز اسے تمام مخلوقات پر برتری دی' نورانی مخلوق سے اسے سجدہ کروایا گیا اور اس طرح ابتدائے آفرینش

میں اس کی عظمت کا اعلان کروایا گیا' ایک شیطان نے سجدہ کرنے سے انکار کیا' تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مقہور و مردود قرار دے دیا گیا اور اسے جنت سے نکال دیا گیا' جب شیطان پر ذلت ڈالی گئی' تو اس نے انسانوں کو راہ حق سے بہکا کر غلط راستوں پر چلانے کا تہیہ کر لیا' اللہ تعالیٰ سے کہنے لگا کہ تو نے انسان کی وجہ سے ہمیشہ کی نعمتوں سے محروم کر دیا' میں اسے قیامت تک گمراہ کرتا رہوں گا' حق تعالیٰ نے انسان کو ہدایت کی کہ وہ اللہ کے احکامات اور ہدایات پر عمل کرتا رہے' جو میں کہوں اس پر عمل کرے' میری متعین کردہ راہوں سے ہٹنے کی کوشش نہ کرے' اگر انسان جادہ حق سے ہٹ کر چاہ ضلالت میں چلا گیا' تو اس کا انجام بھی شیطان کے ساتھ ہوگا' دونوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا' جہاں وہ ہمیشہ آگ میں جلیں گے' اگر میری ہدایات کے مطابق زندگی بسر کی تو پھر انسان کو ہمیشہ ہمیشہ جنت کی راحتیں اور نعمتیں نصیب ہوں گی۔

خلیفہ کے معنی:

خلیفہ کا معنی ہے نائب' قائم مقام' نائب اور قائم مقام کی ڈیوٹی کیا ہوتی ہے؟ قائم مقام محض کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ جس کی جگہ کام کر رہا ہو' اس کے نقش قدم پر چلے' اس کے اخلاق کا نمونہ ہو' اس کی چیزوں کا خیال رکھے' اس کی عطاء کردہ ڈیوٹیاں بحسن وخوبی سر انجام دے اور اس کی اشیاء اور املاک کی پاسبانی کرے' ان پر شبخون مارنے اور انہیں ہتھیانے کے ہتھکنڈے استعمال کرنے سے وہ مجرم اور باغی گردانا جائے گا' اس کی چیزوں کو اپنا سمجھنے اور قبضہ جمانے کے خیال میں بھی باغی متصور ہوگا۔

انسان اللہ کا نائب اور خلیفہ اس معنی میں ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام لاگو کرے' اللہ کی ہدایات پر عمل کرے' اس کے احکام کی پابندی کرے' اس کے اوامر کو ماننے اور نواہی سے بچے' اگر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری کرے گا' تو مستحق اکرام و انعام ٹھہرے گا' اگر اس کے فرامین کے سامنے سرکشی کرے گا تو مستحق عذاب وسزا ٹھہرے گا'

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

"فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ "(البقرہ)

جس نے میری ہدایات کی پیروی کی' اس پر کوئی خوف وغم نہیں ہوگا اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی وہ جہنم والے ہیں' ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

خلیفہ کے اوصاف:

یوں تو اللہ تعالیٰ نے مطلقاً انسان کو نائب اور خلیفہ قرار دیا ہے' تاکہ ہر ایک اپنی ذمہ داری کو ذمہ داری سمجھے' لیکن دوسرے مقامات پر جن لوگوں کو خلیفہ ظاہر کیا گیا' وہاں چند صفات کا ذکر بھی کیا۔

1- خلیفہ اللہ کی سب سے پہلی صفت یہ ہے کہ خلیفہ مومن اور نیک اعمال کرنے والا ہو'

ارشاد ربانی ہے

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ "(نور)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ انہیں زمین پر خلافت دے گا' گویا خلافت و نیابت کی اہلیت کے لیے پہلی شرط ایمان ہے' دوسری عمل صالح۔

2- جس کو خلافت مل رہی ہے اس کے حواس صحیح اور درست ہوں اور اعضاء تندرست و سالم ہوں

ارشاد ربانی ہے

"اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَیْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ "(بقرہ)

بے شک اللہ نے اسے تمہارے مقابلہ میں چن لیا ہے اور اسے علم و جسم میں کشادگی دی ہے۔ علم سے مراد صرف وہ علم نہیں کہ انسان نے لکھ پڑھ لیا' بلکہ علم سے مراد وہ ہے

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

"فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○ " (البقرہ)

جس نے میری ہدایات کی پیروی کی اس پر کوئی خوف و غم نہیں ہوگا اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی وہ جہنم والے ہیں ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

خلیفہ کے اوصاف:

یوں تو اللہ تعالیٰ نے مطلقاً انسان کو نائب اور خلیفہ قرار دیا ہے تا کہ ہر ایک اپنی ذمہ داری کو ذمہ داری سمجھے لیکن دوسرے مقامات پر جن لوگوں کو خلیفہ ظاہر کیا گیا وہاں چند صفات کا ذکر بھی کیا۔

1- خلیفہ اللہ کی سب سے پہلی صفت یہ ہے کہ خلیفہ مومن اور نیک اعمال کرنے والا ہو ارشاد [illegible]

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا [illegible] لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ " (نور)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا جو [illegible] انہیں زمین پر خلافت دے گا" گویا خلافت و نیابت کی اہلیت کے لیے پہلی شرط ایمان ہے دوسری عمل صالح۔

2- جس کو خلافت مل رہی ہے اس کے حواس صحیح اور درست ہوں اور اعضاء تندرست و سالم ہوں

ارشاد ربانی ہے

"اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَیْکُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ" (بقرہ)

بے شک اللہ نے اسے تہمارے مقابلے میں چن لیا ہے اور اسے علم و جسم میں کشادگی دی ہے۔ علم سے مراد صرف وہ علم نہیں کہ [illegible] بلکہ علم سے مراد وہ ہے

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

"فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○ "(البقرہ)

جس نے میری ہدایات کی پیروی کی' اس پر کوئی خوف وغم نہیں ہوگا اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی وہ جہنم والے ہیں' ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

خلیفہ کے اوصاف:

یوں تو اللہ تعالیٰ نے مطلقاً انسان کو نائب اور خلیفہ قرار دیا ہے تا کہ ہر ایک اپنی ذمہ داری کو ذمہ داری سمجھے' لیکن دوسرے مقامات پر جن لوگوں کو خلیفہ ظاہر کیا گیا' وہاں چند صفات کا ذکر بھی کیا۔

1- خلیفہ اللہ کی سب سے پہلی صفت یہ ہے کہ خلیفہ مومن اور نیک اعمال کرنے والا ہو' ارشاد الٰہی ہے

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ "(نور)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ انہیں زمین پر خلافت دے گا' گویا خلافت و نیابت کی اہلیت کے لیے پہلی شرط ایمان ہے' دوسری عمل صالح۔

2- جس کو خلافت مل رہی ہے اس کے حواس صحیح اور درست ہوں اور اعضاء تندرست و سالم ہوں

ارشاد ربانی ہے

"اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَیْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ "(بقرہ)

بے شک اللہ نے اسے تمہارے مقابلہ میں چن لیا ہے اور اسے علم و جسم میں کشادگی دی ہے۔ علم سے مراد صرف وہ علم نہیں کہ انسان نے لکھ پڑھ لیا' بلکہ علم سے مراد وہ ہے

جس سے انسان خلافت و نیابت کی ذمہ داریوں کو سمجھ سکے' معاملات سمجھ سکے اور مسائل سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہو معاملات حل کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو' اعضاء کے لحاظ سے درستگی و سلامتی کا اس لیے فرمایا' تاکہ خلیفہ کو لوگ بہ نظر نفرت و حقارت نہ دیکھیں' جس سے اصل مقاصد میں رکاوٹ اور بندش کا اندیشہ ہے' علمی و عملی کشش کے ساتھ ساتھ اگر ظاہری کشش بھی ہوگی تو اس سے عوام الناس زیادہ مستفید ہو سکتے ہیں۔

3- خلیفہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ فصاحت و بلاغت کا ماہر ہو' اسے اپنا اظہار مافی الضمیر کرنے میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو' اپنی بات بآسانی سمجھا سکے "وَاٰتَیْنٰہُ الْحِکْمَۃَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ" (ص) اور ہم نے داؤدؑ کو حکمت اور فیصلہ کن بات کرنے کی صلاحیت دی۔

4- خلیفہ امانت دار ہو' بددیانت نہ ہو' وہ جس کے قائم مقام ہے اس کی عطاء کردہ چیزوں کو اپنے تصرف میں رکھنے کے ساتھ ساتھ ملکیت کے دعوے کرنے والا نہ ہو' بلکہ جس طرح اسے وہ امانت سپرد کی گئی ہو' اسی طرح وہ واپس کرے

قرآن میں ہے

"قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ" (یوسف)

حضرت یوسفؑ نے ارشاد فرمایا! مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے' میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں۔

5- خلیفہ خود مختار نہیں ہوتا' بلکہ وہ اللہ کے سامنے جوابدہ ہوگا' اچھے کاموں پر انعام کا مستحق قرار پائے گا اور برے کاموں پر سرزنش ہوگی۔

ارشاد ربانی ہے

"یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْعَدْلِ وَلَا

تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ "(ص)

اے داؤد ہم نے تجھے زمین پر اپنا نائب بنایا ہے تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کر اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرو کہ یہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے اس بناء پر سخت عذاب ہے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔

خلیفہ کا دائرہ کار:

اسلام میں خلیفہ وقت شتر بے مہار کی طرح نہیں کہ وہ اقربا پروری کرے اسے کوئی پوچھ نہ سکے وہ رشوت ستانی اور سود کو تحفظ دے اس سے کوئی پوچھ کچھ نہ ہو وہ ملک میں جو چاہے جیسا چاہے کرے اس کی طرف کوئی انگلی نہ اٹھا سکے بلکہ اسلام یہ بتاتا ہے کہ خلیفہ وقت ہر وقت اللہ سے ڈرے قبر وحشر کو سامنے رکھے اور اپنا احتساب کرتا رہے۔

ارشاد ربانی ہے "يَعْبُدُوْنَنِيْ وَلَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا" (نور) جسے خلافت ملے گی وہ میری عبادت و بندگی کرے گا میرے ساتھ کسی کو شریک و سہیم نہیں کرے گا اور پھر ارشاد ہوا

"اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ"

اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو جب کسی معاملہ میں منازعت اور جھگڑا پیدا ہو جائے تو اسے از خود حل کرنے کی بجائے اللہ اور اس کے رسول کو فیصل مقرر کرو۔

رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا

"لَا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةٍ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ" (بخاری)

گناہ کے کام میں کوئی فرماں برداری نہیں فرمانبرداری تو صرف نیکی کے کام میں ہے سیدنا ابو بکر صدیقؓ جب مسند آرائے خلافت ہوئے تو فرمانے لگے "میں تمہارا ولی

بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھا کام کروں تو میری نصرت کرو اور اگر میں بھٹکوں تو مجھے راہ راست پر لانا' فرمایا میری اطاعت اس وقت تک کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرتا رہوں' اگر میں ذرا برابر بھی راہ مستقیم سے ہٹوں تو مجھے راہ مستقیم پر سیدھا کر دینا اور پھر کہنے والوں نے کہا کہ اگر آپ ٹیڑھا چلیں گے تو ہم آپ کو سیدھا کر دیں گے۔

اسلام کی رو سے خلیفہ کا کام اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات کی تبلیغ ہے اصل کام یہی ہے' باقی معاملات ضمنی ہیں۔ معصیت نافرمانی اور دوسرے جرائم کی روک تھام کرے گا' خود بھی عصیان و نافرمانی سے دور رہے گا اور رعایا کی بھی خبر گیری کرے گا'

رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا

"كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"

تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور تم سے اپنی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا' صرف یہ نہیں کہ اپنی رعیت کی بھوک مٹانے کا بندوبست کیا جائے' بلکہ ان کے اخلاق' عادات و اطوار کو سنوارنے کی کوشش بھی کرے' الفت' محبت اور نرمی کے ساتھ انہیں راہ راست پر چلانے کی کوشش کی جائے اور جو پیغام اور جو کام خلیفہ کے ذمہ ہے وہ پہنچائے اور اسے پوری تندہی سے سرانجام دے۔

رعایا کا خیال:

خلیفہ اپنی رعایا کی خبر بھی رکھے' یہ نہ ہو کہ خلیفہ راحت و آرام میں مست ہو اور رعایا جدل و فساد میں پڑی ہو' خلیفہ کی ذمہ داری ہے کہ اپنی رعایا کی جان' مال اور آبرو کی حفاظت کا انتظام و انصرام کرے۔

ارشاد ربانی ہے

"وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ" (بنی اسرائیل)

کسی جان کو جسے اللہ نے حرام کیا ہے قتل نہ کرو۔

ارشاد رسالت ہے

"کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُہٗ وَمَالُہٗ وَ عِرْضُہٗ" (مسلم)

مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے اس کا خون بھی اس کا مال بھی اور عزت بھی۔

خلیفہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ حلال و حرام جیسی مقررہ حدود سے تجاوز نہ کرے اور نہ کسی کو ایسا کرنے دے' رعایا کے سرکردہ لوگوں پر کڑی نظر رکھے کہ وہ کسی دوسرے کا مال لقمہ تر سمجھ کر نہ کھالیں

"لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ"

(بقرہ) ایک دوسرے کے اموال باطل اور ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ۔

2- خلیفہ اس بات پر کڑی نظر رکھے کہ اس کی رعایا کہیں معمولی باتوں پر باہم یک دگر دست و گریباں نہ ہو جائے' شائستگی اور تہذیب کے دائرہ سے باہر کسی سے استہزاء نہ کیا جائے

"لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ" (الحجرات)

3- ہر شخص آزاد ہو کسی پر ظلم و جبر نہ کیا جائے' کسی کو ذاتی انتقام کا نشانہ نہ بنایا جائے

رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا

"لَا يُؤْسَرُ رَجُلٌ فِي الْإِسْلَامِ بِغَيْرِ عَدْلٍ" (موطا)

اسلام میں کوئی شخص بغیر عدل کے قید نہیں کیا جا سکتا۔

جس طرح انسان کو شخصی آزادی دی جانی چاہیے اسی طرح انسان کو مذہبی آزادی بھی دی جائے' کسی شخص گروہ یا مذہب پر دوسرا مذہب یا دین قبول کرنے کے لیے دباؤ نہ ڈالا جائے۔

ارشاد ربانی ہے

"لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" (بقرہ)

دین میں کوئی جبر اور سختی نہیں ہے

"لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ" (الکافرون)

رحمت دو عالم ﷺ نے کفار مکہ سے کہا تھا کہ تمہارا اپنا دین ہے اور میرے لیے اپنا دین۔

4- خلیفہ کو چاہیے کہ اس کی رعایا چاہے امیر ہو یا غریب قانون کی نظر میں اس سے مساوی سلوک کیا جائے' کسی کو غربت کی وجہ سے ظلم کی چکی میں نہ پیسا جائے۔

ارشاد ربانی ہے

"فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ" (المائدہ)

پس تم لوگوں کے درمیان اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے کرو اور اس قانون حق کو چھوڑ کر جو تمہارے پاس آیا لوگوں کی خواہشات کی اتباع نہ کرو۔

5- خلیفہ وقت کو چاہیے کہ وہ عدل و انصاف کا دامن نہ چھوڑے۔

ارشاد ربانی ہے

"إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ" (النحل)

اللہ تعالیٰ تمہیں عدل اور احسان کا حکم فرما رہے ہیں'

دوسرے مقام پر آتا ہے

"وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ" (النساء)

اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

6- خلیفہ اپنی رعایا کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرے' انہیں علم و حکمت کی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کرے' جس طرح رحمت کائنات ﷺ نے حضرات صحابہ کرامؓ کو علم و حکمت کی تعلیم دی

"يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ"

اس لیے کہ علم سے انسان خدا کو پہچانتا ہے۔

ارشاد رسالت ہے

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ"

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

انسان مالک نہیں:

انسان خلیفہ اور نائب ضرور ہے' مگر اصل حاکم اللہ کی ذات ہے اس نے انسان کو خلافت دی' تاکہ اس کی آزمائش کر سکے۔

ارشاد ربانی ہے

"وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتٰكُمْ" (الانعام)

وہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو زمین میں نائب بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض سے اونچے درجے دیئے تاکہ جو کچھ اس نے تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔

حاکم اللہ ہے:

اصلی حاکمیت اللہ کی ہے' وہ جسے چاہے تخت پہ بٹھائے اور تاج خلافت اس کے سر پہ سجائے اور جسے چاہے تخت سے اتار دے۔

ارشاد ربانی ہے

"قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ" (آل عمران)

کہو اے اللہ! ملک کے مالک' تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جن اشیاء پر انسان کا تصرف اور اختیار ہے اور جو اس کے زیر نگیں

ہیں وہ اس کی ملکیت حقیقی نہیں ہیں' بلکہ اصل حکمران اللہ کی ذات ہے' چونکہ انسان اللہ کا نائب ہے' اس لیے اسے من مانی کی اجازت نہیں' بلکہ انسان اللہ کے سامنے جوابدہ ہے' جس طرح اللہ کی ہدایات اور احکامات اسے ملے ہیں ان کے مطابق کام کرے' قوانین خداوندی کے نفاذ سے لے کر ایک عام سی بات تک وہ اللہ کے سامنے جواب دے گا' اگر انسان اللہ کی ملکیت میں بغاوت و سرکشی کرے گا تو عتاب میں آ جائے گا' اور اگر اس کے فرامین کے مطابق چلتا رہے گا' تو جنت کی نعمتوں سے ہمیشہ لطف اندوز ہوتا رہے گا۔

اسلامی نظریہ کی بنیادی خصوصیات:

اسلامی نظریہ کی اہم الاہم خصوصیت یہ ہے کہ انسان جہاں تک اس کی تعلیمات و ارشادات کا مطالعہ کرتا چلا جائے انسان بور نہیں ہوتا' انسان اکتاتا نہیں ہے' اسلام کے جس باب کو کھولا جائے' انسان یہی محسوس کرتا ہے کہ یہ میری سب سے اہم ضرورت تھی' جسے اسلام نے حل کر دکھایا ہے' انسان کی فانی زندگی کے سینکڑوں مسائل ہیں جن پر کسی نظریہ یا مذہب نے سنجیدگی سے غور نہیں کیا' مگر اسلام ایسا ہمہ گیر اور عالمگیر نظریہ پیش کرتا ہے جس سے انسان کے جملہ مسائل حل ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں' باوجودیکہ آج سائنس نے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے' اہل مغرب نے سادہ لوح لوگوں کو فریب اور دھوکے میں مبتلا کرنے کی کوشش کی' سائنس اور جدید آلات کا ہوا کھڑا کر دیا' جن سے ان کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کا رجحان اسلامی نظریہ اور موقف سے ہٹ جائے اور مادی وسائل کی تلاش میں سرگرم ہو جائیں' لوگوں کو معاشی بحران اور اقتصادی حالات کی دگرگونی سے خائف کیا جائے' تاکہ وہ اسلامی نظریہ کی بجائے مغربی نظریہ کو صحیح اور درست تسلیم کر لیں۔

لیکن یہ بات صدا بصحرا ثابت ہو رہی ہے' لوگ اہل مغرب کی دسیسہ کاریوں اور فریب کاریوں کو سمجھتے جا رہے ہیں' اس لیے کہ ایک طرف الٰہی نظام ہے' دوسری طرف انسانی

نظام ہے' ایک طرف قدرت کی تدبیریں ہیں' دوسری طرف انسانوں کی خانہ ساز فکریں ہیں' ایک طرف خالق کا دائمی اور لازوال نظام ہے' جس کی ہر جھلک اجلی اجلی اور بے داغ ہے' جب کہ دوسری طرف انسانی عقل کے تراشیدہ چند بے ہنگم نقوش ہیں' ایک طرف اسلامی نظریہ کی صداقتیں اور قدم قدم پہ انسانیت کی دست گیری کرنے والے طریقے ہیں' دوسری طرف انسانوں کی پیدا کی ہوئی پیچیدگیاں اور الجھنیں ہیں' ارباب دانش و بینش دونوں فکروں کو سامنے رکھ کر اس صحیح نتیجے تک بآسانی رسائی کر سکتے ہیں کہ اسلامی نظریہ درست ہے' اس لیے کہ یہ خالق کائنات کا عنایت کردہ ہے اور انسانوں کا دیا ہوا نظریہ غلط ہے۔

علاوہ ازیں اسلامی نظریہ کی بے شمار خصوصیات ہیں' جن پر ذیل میں مختصر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

محفوظیت

اسلامی نظریہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ محفوظ ترین نظریہ ہے' اسلام کا دستور اور منشور جس کتاب زندہ میں موجود ہے وہ ابد تک محفوظ ہے' اس سے پہلے کے تمام نظریے اور موقف تحریف کا شکار ہوئے' مگر اس میں تبدیلی نہ کی جا سکی اور نہ قیامت تک اس میں ردوبدل ہو سکتا ہے' اس کی حفاظت کی ذمہ داری حق تعالیٰ نے خود لی ہے۔

ارشاد باری ہے:

"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" (حجر)

یقیناً اس قرآن کو ہم نے نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

کاملیت

اسلامی نظریہ کی یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ یہ کامل ہے' نقائص اور عیوب سے پاک ہے' انسانی زندگی کے تمام شعبوں سے کھل کر بحث کرتا ہے خلوت ہو یا جلوت' سیاست ہو یا مذہب' معیشت ہو یا معاشرت سب کے بارے میں ٹھوس دلائل سے گفتگو کرتا ہے' تمام

کتب وصحائف سماویہ میں قرآن حکیم ایک کامل و مکمل کتاب ہے' اسلام ایک مکمل دین ہے' اسلام کے داعی اور سپہ سالار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اکمل و افضل انسان ہیں اور آپ کا دیا ہوا موقف' نظریہ اور پروگرام بھی اکمل و افضل ہے۔

ارشاد ربانی ہے

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ" (مائدہ)

آج میں نے تم پر تمہارا دین کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے۔

وحدانیت:

اسلامی نظریہ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ابتداء سے لے کر اس وقت تک مسلسل حق تعالیٰ کی وحدانیت کی صدا دے رہا ہے' دنیا میں کتنی حکومتیں بدلیں' کتنے حکمران آئے' کتنی بہاریں آئیں اور خزاں دیدہ ہو گئیں' شام وسحر کے انقلابات برپا ہوئے' مگر اس کی فغان مسلسل ایک رہی ہے کہ "وَحِّدُوا اللّٰهَ فَاِنَّ التَّوْحِيْدَ رَاْسُ الطَّاعَاتِ" اللہ کو ایک تسلیم کرو' اس کو ایک تسلیم کرنا تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے۔ مذاہب عالم نے ہزاروں پینترے بدلے' بیسیوں تبدیلیوں کا شکار ہوئے' مگر اسلام نے اپنے نظریئے میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی' اس لیے کہ یہ الٰہی اور ربانی کلام ہے" وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا "اس میں ردو بدل نہیں ہو سکتا' قرآن حکیم نے جگہ جگہ اللہ کی وحدانیت مختلف پیرائے میں بیان کی' اگر اسلام وحدانیت کا نظریہ نہ دیتا' تو کج فہموں نے انسانوں کو شجر و حجر کی پرستش پر لگا دیا تھا' اپنے سے کم تر اور بدتر چیزوں کو لائق عبادت سمجھ لیا تھا' اسلام نے ان کے فسون کو توڑا اور کج فہموں کو فہم سلیم عطاء کی۔ شجر پرستوں اور حجر پرستوں کو ذات واحد کا پرستار و عبادت گزار بنا دیا' مورتیوں اور بتوں کی بجائے اللہ کی عبادت کی تعلیم دی۔

اتحاد و یگانگت:

برادری ازم' خاندانی لڑائیاں جھگڑے' لسانی کشمکش اور معاشرتی کشاکش کو

اسلامی نظریہ نے بالکل غلط ثابت کر دیا' انسانی اونچ نیچ کو مٹا دیا' انسانوں کو واضح کیا کہ وہ ایک آدم کی اولاد ہیں اور ایک خالق کی مخلوق' ان کو صرف اس ناطے سے برتری و فوقیت نہیں دی جا سکتی کہ وہ مالدار اور تونگر ہیں' سرخ و سفید ہیں' اسلام نے اس کشمکش اور اتار چڑھاؤ کو تقویٰ کی شرط کے ساتھ توڑا کہ اللہ کے ہاں اس انسان کا رتبہ اور مقام بڑا ہے' جو اللہ سے ڈرتا ہو' جس کے دل میں خوف آخرت ہو' اللہ کے حکموں پر چلے اور اس کے روکنے سے رک جائے' حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا' "اَلْعِبَادُ كُلُّهُمْ إِخْوَةٌ" (احمد' ابوداؤد) انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

حریت:

اسلام سے پہلے انسان کو انسان نہیں سمجھا جاتا تھا' انسان غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا' اس کی آواز دبی ہوئی تھی' وہ اپنی مظلومیت کے آنسو آنکھوں کی بجائے دل سے نکالتا تھا اور دل ہی میں انہیں پونچھ لیتا تھا اس کے خیالات پر غلامی کے تصورات چھائے ہوئے تھے' اس کی آنکھوں میں غلامی کے آنسو بھرے ہوئے تھے' اس کی پلکیں غلامی کے بوجھ سے جھکی ہوئی تھیں۔ اس کے کندھے کی ہڈیاں غلامی کے بوجھ سے ٹوٹ رہی تھیں اس کے سارے جسم پر اس کا بوجھ تھا' اسلام آیا' اس نے غلاموں کے منہ میں زبان رکھ دی' ان کی زبانوں کے قفل توڑ ڈالے' ان کے دل کا غبار باہر نکالا' ان کا سہارا بنا' غلامی کی زنجیریں توڑ ڈالیں' انہیں اس زبان سے بولنے کا حق دیا جو خالق نے بولنے کے لیے منہ میں رکھی ہے۔

قرآن حکیم نے رحمت دو عالم ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں یہ بھی بتایا کہ

"وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ"

وہ ان غلاموں سے ان کی غلامی کا بھار اتارتا ہے' اور ان سے غلامی کا طوق بھی اتارتا ہے۔

سرزمین عرب پر بعثت نبوی ﷺ کے زمانہ میں بے شمار غلام اپنے آقاؤں کے ظلم و جور

کا نشانہ بنے ہوئے تھے' ان سے باربرداری کا کام لیتے تھے' جانوروں کی طرح سارا سارا دن کاموں میں جتے رہتے تھے' اپنی مرضیات ان پر تسلط کر رکھی تھیں' آزادی کا وہم و خیال بھی ان کے دل و دماغ سے نہ گزرتا تھا' اسلام نے ظالموں کے منہ مانگے داموں کے عوض غلاموں کو غلامی کی زنجیروں سے چھڑا کر آزادی کی نعمت سے سرفراز کیا۔

عالمگیریت:

اسلام سے پہلے جتنے بھی ادیان تھے وہ مخصوص و محدود قوموں کے لیے تھے' جتنی کتابیں اور صحیفے آسمان سے اترے وہ بھی اپنے اپنے دائرہ تک محدود تھے' جتنے نبی و رسول آئے وہ اپنے مخصوص علاقوں اور قوموں کے لیے آئے' حضرت نوحؑ اپنی قوم کی طرف نبی بن کر آئے' حضرت صالحؑ قوم ثمود کی طرف آئے' حضرت شعیبؑ مدین والوں کی طرف آئے' موسیٰؑ اپنی قوم کی طرف نبی بنائے گئے' حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کے نبی سے یاد کیے گئے' مگر آنحضرت ﷺ کو تمام جہانوں کا نبی بنا کر بھیجا گیا' آپ کو دونوں جہانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا' آپ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا گیا' آپ کی تعلیمات قیامت تک' آپ کا دین قیامت تک' آپ کا دستور حیات قیامت تک' آپ کا نظریہ اور موقف قیامت تک چلے گا' یہ اسلامی نظریہ عالمگیریت ہے' جو کسی دوسرے دین کو نصیب نہیں ہوئی۔

امر و نہی:

اسلامی نظریہ یہ نہیں کہ انسان صرف اسلام کا نام لیتا رہے اور صرف اپنی ذات کو اسلام کے انوارات سے مستفید کرتا رہے' بلکہ دوسروں تک اس کو پہنچانا اور ان کی زندگیوں کو اس کے مطابق ڈھالنا' ان کی عنان زندگی اسلام کے عالمگیر انقلاب کی طرف موڑنا' منکرات سے انہیں بچانا اور نیکیوں پر گامزن کرنا یہ بھی ایک عظیم کام ہے۔

حضرت نبی اکرم ﷺ کی امت کو خیر امت کہا گیا' اس کی وجہ یہی ہے کہ اسے نبیوں والا کام سونپا گیا' پہلے پہلے جب کسی قوم کی اصلاح کی ضرورت ہوتی تو نبی کو بھیجا جاتا تھا' مگر

رحمت دو عالم ﷺ کی رحلت کے بعد نبیوں والا کام "امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت الی اللہ" یہ اس امت کے ذمہ لگایا گیا ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک انقلابی تحریک کا نام ہے' جو اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے اور خلاف اسلام کاموں سے باز آنے کی دعوت ہے اور یہ خاصہ اسلام ہی کا ہے' باقی کسی دین نے انسانوں کی فلاح و بھلائی کے لیے از خود ایسا کبھی نہیں کیا' یہاں تک کہ یہود کے احبار و رہبان خود عوام کے ساتھ مل کر دین فروشی کرتے تھے' وہ آخرت کی جزا و سزا سے بے پرواہ تھے' مگر اسلام اور اس کے علمبردار ایسی جسارت کریں' یہ باعث شرم ہے۔

تنظیم:

اسلام ایک تنظیم کا نام ہے' جس کی تعلیمات اور منشور بے ہنگم اور بے ڈول نہیں ہے بلکہ ایک خاص ترتیب سے افراد کی اصلاح کرتا ہے اور سماج کے ایک ایک فرد کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے سامنے جواب دہ ہونے کے لیے تیار کرتا ہے' اسلام ایسی ذہن سازی کرتا ہے کہ عقول حیران رہ جاتی ہیں' اسلام انسان کو [illegible] ہے کہ اگر وہ نیکی کرے گا تو جزائے خیر کا مستحق بنے گا' اگر بدی کا ارتکاب کرے گا تو سزا کا مستوجب ہوگا۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ" (البقرہ)

انسان کے لیے مفید وہ ہے جو اس نے کمایا اور اس گناہ کا بوجھ خود اٹھائے گا جس کا اس نے ارتکاب کیا۔

اسلام لاقانونیت کا قائل نہیں' قاعدے اور قانون کا خیال رکھتا ہے' کسی شخص کا بوجھ کسی پر ڈالنے کے حق میں نہیں ہے اور نہ اس کی دعوت ہی دیتا ہے' بلکہ اس کی صدائے عام ہے کہ سارے اپنے اپنے اعمال کی فکر کرو۔

نماز اکیلے میں فرض ادا کرنے کا حکم دیتا ہے بلکہ با جماعت نماز کا حکم دے کر اس تنظیم کی رونق کو دوبالا کرتا ہے' معاشرہ کے فرد کو اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں اپنا

کردار ادا کرنے کا حکم دیتا ہے' تاکہ معاشرہ کی اصلاح ہو اور اس سے فساد و بگاڑ دور ہو۔ مالداروں کو زکوۃ کی ادائیگی کا حکم دیا' تاکہ ان سے لے کر فقراء و مساکین محتاجوں اور بے کسوں میں تقسیم کی جائے' تاکہ وہ بھی زندگی کی دوڑ میں برق رفتاری سے نہ سہی سست روی سے ہی چل سکیں' مسلمانوں کو مال خرچ کرنے کی ترغیب دی اور جہاد کی صورت میں جان قربان کرنے کی دعوت بھی دی کہ مسلمان پر جب کبھی ایسا موقع آ جائے تو وہ اللہ کے حکم کے مقابلہ میں جان کو ترجیح نہ دے بلکہ شمشیر نیام سے نکال کر میدان کارزار میں کود جائے۔

دین و دنیا:

اسلام نے دین و دنیا کی تفریق کو ختم کیا ہے' یہ بھی اسلامی نظریہ کی ایک اہم خصوصیت ہے' اس سے جہاں دین و دنیا کے درمیان حد فاصل قائم کی گئی وہاں بہت سوں کے دل و دماغ میں شکوک و شبہات ڈال دیئے گئے' عیسائیوں نے اللہ کی بندگی کی خاطر' اس کے قرب کے حصول کی خاطر دنیا کو چھوڑنے' عزیز و اقارب کو چھوڑنے اور جنگل میں ڈیرے لگانے کی تلقین کی' اسلام نے اس بے راہ روی اور بے تکے پن کو اس طرح ختم کیا. کہ یہ اللہ کا حکم نہیں ہے بلکہ ان کی خانہ ساز ذہنیت کا شاہکار ہے' اسلام نے تو واضح کیا کہ

"لَا رَهْبَانِيَةَ فِي الْإِسْلَام"

اسلام میں ترک دنیا کا کوئی تصور نہیں ہے۔

نہ اسلام نے دنیا کو چھوڑنے کا حکم دیا اور نہ ہی ضروریات زندگی کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ اگر اسلام نے دعوت دی ہے تو صرف اتنی کہ دنیا انسان کا مقصد نہیں ضرورت ہے اور ضرورت کو ضرورت کی حد تک ہی سمجھا جانا چاہیے اصل مقصد تو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔

★.................★★.................★


المقامات الحریریہ
سیر الصحابیات
اسوۂ صحابیات
آخری ۱۰ سورتوں کی تفسیر
خطبات دعوت
اسلامی عبادات
سیرت انبیاء
ڈاکٹر طاہر القادری
بیماری کا علاج
اسلام اور عورت
ماں کی عظمت
اسلامی عقائد
نغمۂ زنداں